إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

سہ ماہی مجلہ

المکرم

نگران
حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر
مجیب الرحمٰن سیاف

شمارہ نمبر 25

جمادی الاولیٰ، جمادی الثانی، رجب 1436ھ | مارچ، اپریل، مئی 2015ء

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

- آل سعود کے عالم اسلام پر احسانات
- وحدت امت کے لیے سعودی حکومت کی خدمات
- جماعت اہل حدیث اور سعودی حکومت کے قدیمی روابط

مبلغ اسلام
مولانا امان اللہ مجاہد
رحمہ اللہ

گستاخان رسول ﷺ
اور ہماری ذمہ داری

ناشر: شعبہ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

خراج عقیدت شیخ زبیر علی زئیؒ

علم مقصود، علم ہی تیرا مطمع نظر
تو عالم باعمل تحقیق کا راز تھا

حق ادا کیا وعدہ وفا کیا خدمت دیں کا
تو مبلغ اسلام تھا حق کی آواز تھا

پیکراخلاص تھا ،تو جوہر نایاب تھا
ارض کو تجھ پہ فخر، عرش کو تجھ پہ ناز تھا

تحقیق تیری تخریج تیری بڑی بے مثل
ششدر ہوا طبقہ جو بڑازمانہ ساز تھا

علم تیرا وسیع کتب شہرہ آفاق ہیں
علم اسماء الرجال کا تو شہباز تھا

سنن اربعہ پر عمیق تحقیقی نظر
بلند پایہ تحقیق کا سلسلہ دراز تھا

خوبیوں پہ گھمنڈ نہ تحقیق پہ خمار
بندہ پروری تیرا طرہ امتیاز تھا

مشن اشاعت دیں، پرچار توحید کا
کم وقت گراں خدمت تیرا اعجاز تھا

مناظرومحقق تھا حق کا تو مودب تھا
آلیا آزمائش نے عروج کا آغاز تھا

آزمائشیں تو آتی ہیں مومنوں پر
آزمائش میں صبر تیرا اندازتھا

حقیقتِ موت منکشف ہوئی تجھ پر
تو ولی کامل اور بندہ نواز تھا

سلام ہو تیری عظمت تیری رفعت پر
تو محقق العصر اور علم نواز تھا

افسوس! طلحہ تو دیدار اس کا کر نہ سکا
جو تقویٰ سے مزین اور پاکباز تھا

ازقلم.....ابوطلحہ بن ثناءاللہ مجاہد کھچی والا (فورٹ عباس)

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

25

مارچ، اپریل، مئی 2015ء
جمادی الاولیٰ، جمادی الثانی،
رجب 1436ھ

سرپرست
چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ
مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلیٰ
حافظ اسعد محمود سلفی

بیک

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر
مجیب الرحمٰن سیاف

معاون
حسنین شاکر زبیری

مجلس ادارت

الشیخ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ
پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ
غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ
الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ
الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ
ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ
اساتذہ جامعہ ھذا
انتظامیہ جامعہ ھذا

فہرس

اداریہ	عثمان اسماعیل سلفی	۲
درس قرآن	شیخ عبدالوحید ساجد	۴
درس حدیث	شیخ محمد مالک بھنڈر	۵
آل سعود کے عالم اسلام پر احسانات	مولانا عثمان اسماعیل سلفی	۷
کتاب وسنت کی دعوت کا علمبردار ادارہ جالیات	شیخ ابوتراب نور پوری	۱۷
جماعت اہل حدیث اور سعودی حکومت کے قدیمی روابط	مولانا عارف جاوید محمدی	۲۴
وحدت امت کے لیے سعودی حکومت کی خدمات	مولانا صلاح الدین مقبول	
قرآن کمپلیکس	پروفیسر یاسین ظفر	۵۰
مبلغ اسلام مولانا امان اللہ مجاہد رحمہ اللہ	پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی	۵۵
اہل پاکستان پر سعودی عرب کے احسانات	مولانا ابراہیم محمدی	۵۸
	رانا شفیق خان پسروری	۶۳

خط وکتابت
جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن نوشہرہ انوالہ
0301-5073941 /055-3846592

مجلّہ المکرم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے
www.scribd.com/almukarramgrw
Email: mukarram.grw@gmail.com

زرتعاون ——— 25 روپے

سرکولیشن منیجر
حافظ عبدالقدیر
0308-6522441

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گستاخان رسول ﷺ اور ہماری ذمہ داری

(محمد عثمان اسماعیل سلفی)

ابھی حال ہی میں فرانس کے ایک بدنام زمانہ ادارے چارلی ایبڈو نے سید البشر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین کا ارتکاب کیا۔ گس کی وجہ سے پوری امت مسلمہ ایک پریشانی اور اضطراب پیدا ہوا۔ طرفہ تماشا یہ کہ ۴۰ ممالک کے سربراہان نے اسلام کے خلاف چارلی ایبڈو کی اس مذموم حرکت کا نہ صرف دفاع کیا بلکہ اظہار یکجہتی کے لیے فرانس میں پہنچ کر الکفر ملۃ واحدہ کا عملی نمونہ پیش کیا جس پر مسلمان اور بھی سیخ پا ہو گئے اور یہ فطری تھا۔ اپنے مذہب کے بارے میں یہ جذبات صرف مسلمانوں میں ہی نہیں بلکہ ہر مذہب کے ماننے والوں میں موجود ہیں۔ یہی مذہبی جذبہ تھا جس کے تحت نہرو خاندان کے چشم و چراغ اور انڈیا کی تاریخ کی شاید سب سے طاقتور وزیر اعظم اندرا گاندھی اپنے ہی سکھ سکیورٹی گارڈ سے قتل ہوئی۔

برطانیہ میں بلاس فیمی لاء کے وجود میں آنے کا سبب بھی یہی مذہبی جذبہ تھا کہ عیسیٰؑ کی توہین تو اشارتاً بھی جرم ٹھہری مگر ہر وہ تحریر جو پیروان مسیحؑ کی دل آزاری کا باعث بنے اسے بھی بلاس فیمی لاء کے تحت جرم قرار دیا گیا۔ مگر دوسری طرف انہیں عالمی امن کے ٹھیکیداروں کی منافقت کہ افضل الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر کوئی قانون نہیں، اور یہی وہ منافقت ہے کہ جس کی وجہ سے غازی علم الدین شہید جیسے لوگ ابھر کر سامنے آئے۔ اور یہی وہ محبت رسول ہے کہ جس کی رو میں ایک تانگہ چلانے والے جذبات بھی اس قدر حساسیت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ وہ بھری عدالت میں دو انگریز ججوں کے سامنے گستاخ رسول نتھو رام کو قتل کر دیتا ہے اور پوچھے جانے پر اس تانگہ چلانے والے کے الفاظ عدالت میں یوں گونجتے ہیں: جج صاحب! تم اپنے پیچھے لگی ہوئی جارج پنجم کی تصویر کی توہین بھی برداشت نہیں کر سکتے تو میں اپنے دین اور دنیا کے مقتدیٰ کی توہین کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ جی ہاں! قارئین 1934ء میں یہ تانگہ چلانے والا بعد میں غازی عبدالقیوم شہید کے نام

سے جانا جاتا ہے۔

مگر کیا یہ سب کچھ اچانک ہی ہوجاتا ہے کیا اس کو صرف ایک اخباری ادارے کی مذموم حرکت سمجھا جائے ؟نہیں ہرگز نہیں! اگر یہ ایک ادارے کی ہی حرکت تھی تو چالیس ممالک کے نمائندگان کا وہاں اظہار یکجہتی کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ دراصل اس کے پیچھے یہودی ذہن ہے جو دنیا کے میڈیا پر قابض ہے۔ ستمبر 2005ء میں ڈنمارک کے اخبارات میں کارٹون چھپنے سے لے کر آج تک یہودی اس فتنے کو ہوا دے رہے ہیں۔ فلمنگ روز ایک یہودی کہ جس نے 2005ء میں ڈنمارک کے چالیس کارٹون بنانے والوں کو خط لکھ کر سرکار دو عالم ﷺ کے کارٹون بنانے کا کہا تھا۔ پھر چالیس میں آٹھ کارٹونسٹ منتخب ہوئے۔ اور پھر خاموشی کیساتھ 2005ء میں ان کارٹونوں کو شائع کر دیا گیا۔

معاملہ یہیں پر ہی نہیں رکا بلکہ اسی یہودی اور اس کی لابی نے بعد میں یہی کارٹون ناروے اور آسٹریا کے پریس میں شائع کروائے اور پھر ٹیلی ویژن پر بھی نشر کروائے۔ اسکے بعد فرانس کے ایک اخبار میں اسی لابی نے پورے ٹائٹل پیج پر یہ مذموم کارٹون شائع کروائے مسلم امہ نے بار بار احتجاج کیا۔ ایمبیسیاں بھی جلائی گئیں ،لوگوں نے سینوں پر گولیاں برداشت کیں مگر عالمی منافقت جوں کی توں رہی۔ انصاف کے وہ ٹھیکیدار کے جن کے ممالک میں کتوں کی حفاظت کے لیے قانون حرکت میں آئے مگر یہاں کوئی قانون اور قاعدہ نہیں۔

عین ان حالات میں جہاں اس منافقانہ خاموشی پر ہر مسلم کو ہر سطح پر یہ احتجاج بلند کرنے کا حق حاصل ہے ایک افسوس ناک پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ احتجاج کے نام پر بعض دینی جماعتوں نے دوران احتجاج سعودی حکومت کو اپنے غیض وغضب کا نشانہ بنایا اور عوام الناس میں یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ سعودی حکومت نے کبھی اس سارے معاملے میں کوئی نوٹس نہیں لیا حتیٰ کہ وہ زبان استعمال کی گئی کہ الامان والحفیظ۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ علما اپنے تقریری جوہر کے بل بوتے پر سامعین کے سروں مین جنبش اور دلوں میں شورش پیدا کر سکتے ہیں مگر آل سعود کو نشانہ بنانا پتہ نہیں دین کی خدمت کے طور پر تھا یا مسلکی مجبوریوں کے طور پر۔

جبکہ سعودی حکمرانوں کی صورتحال یہ ہے کہ ستمبر 2005ء میں جب ڈنمارک **بقیہ صفحہ نمبر ٦.**

درس قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

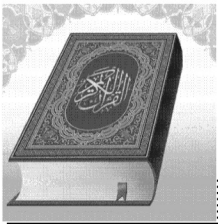

دعا عبادت ہے

شیخ عبدالوحید ساجد (شیخ الجامعہ)

اُدْعُواْ رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ الاعراف:(55)

''اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خفیہ طور پر پکارو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

محروم ومحجوب انسانیت کے لیے دعا ایک بڑی دولت ہے اور مومن کے لیے عظیم ترین سہارا بلکہ بندگی اور زندگی کی اعلیٰ ترین لذت ہے۔ مطرود انسانوں کے لیے اپنے خالق ومالک کے آستانہ میں شرف ہم کلامی کا واحد ذریعہ دعا ہے۔ یہ تمام عبادات کی روح اور مغز ہے اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ وہ اس سے خوش اور راضی ہوتا ہے بلکہ دعا نہ کرنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔ دعا بندگی کا نہایت واضح اور موثر مظاہرہ ہے اور دعا سے گریز تکبر اور سرکشی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ

''اور تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔'' (المومن:٦٠)

اس آیت نے دعا کے عبادت ہونے کو واضح کیا ہے کیونکہ ابتدا آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب کو حکم دیا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا پھر بعد میں فرمایا کہ جو تکبر اور غرور کی وجہ سے میری عبادت سے روگردانی کرتے ہیں تو وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دعا عبادت ہے ارشاد ربانی ہے:

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (المومن:١٤)

''بس اللہ کو پکارا اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو، اگرچہ کافر برا ہی مانیں۔''

درس حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا اور آخرت کی فکر کے نتائج

شیخ محمد مالک بھنڈر

عَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ :مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ، فَرَّقَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ، وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ، جَمَعَ اللَّهُ لَهُ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ

ابن ماجه، ابواب الزهد(٤١٠٥)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کا مقصد حصول دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے کام بکھیر دیتا ہے اور اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے مقدر میں ہے اور جس کی نیت آخرت کا حصول ہو اللہ تعالیٰ اس کے کام مرتب کر دیتا ہے اور اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔''

①۔ جو شخص دنیاوی مال و دولت کا طالب اور لالچی ہوتا ہے وہ دنیا کے لیے بہت محنت کرتا ہے اسے جتنی بھی دولت ملے زیادہ کے لالچ کی وجہ سے وہ مطمئن نہیں ہوتا اس لیے مفلس آدمی کی طرح پریشان رہتا ہے۔ ②۔ لالچی آدمی دنیا کمانے کے لیے کئی پروگرام شروع کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ ہر ایک پر پوری توجہ دے اور اسے جلد سے جلد اس کی کوشش کے نتائج حاصل ہوں لیکن فطری طور پر انسان کئی امور کی طرف بیک وقت برابر توجہ نہیں دے سکتا لہذا اسے اس کی حرص کے مطابق نتائج حاصل نہیں ہوتے اس طرح وہ دولت حاصل ہونے کے باوجود پریشان رہتا ہے۔ ③۔ آخرت کی طرف توجہ کرنے سے دنیا کی اہمیت کم ہو جاتی ہے لہذا قناعت کی دولت حاصل ہو جاتی ہے اور بندہ مطمئن اور خوش کن زندگی گزارتا ہے۔ ④۔ آخرت کو مقصود بنا لینے سے دنیا کے معاملات میں بھی نظم و ضبط

پیدا ہوجاتا ہے جس سے کاروبار میں بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔ ⑤۔اللہ کی رضا کو مدنظر رکھنے والے کے دنیا کے معاملات بھی بہتر ہوجاتے ہیں اور حرص ختم ہوکر دل غنی ہوجاتا ہے۔ ⑥۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو رزق مقدر کر رکھا ہے وہ حلال ذرائع اختیار کرنے سے بھی مل جاتا ہے لہذا ناجائز طریقے اختیار کرنے سے سوائے پریشانیوں کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

بقیہ اداریہ :۳. کے اخبارات میں توہین آمیز کارٹون شائع ہوئے تو سعودی حکومت نے نہ صرف ڈنمارک سے اپنے سفیر کو واپس بلا بھیجا بلکہ ڈنمارک کی تمام مصنوعات پر پابندی کا حکومتی سطح پر قدم اٹھایا۔محبت رسول ﷺ میں سعودی حکمرانوں نے مسجد نبوی کی جو بے مثال خدمت کی ہے وہ عیاں ہے مگر ایک دوسرے پہلو کو بھی مدنظر رکھا جائے کہ شہزادہ نائف بن عبدالعزیز جو نائب ولی عہد نائب وزیراعظم اور وزیر داخلہ کے علاوہ 30 سال تک سعودی عرب کی حج کمیٹی کے سربراہ بھی رہے انہوں نے 1423 ہجری میں ایک خدمت سنت ایوارڈ متعارف کروایا۔جس کا پہلا انعام 5 لاکھ سعودی ریال اور ایک سونے کا تمغہ بھی ہے۔مقصد لوگوں میں حفظ حدیث رسول ﷺ کا احیا تھا۔پہلی مرتبہ اس ایوارڈ کو دینے کی تقریب مکہ میں ہوئی جس میں گورنر مکہ نے بھی شرکت کی اس ایوارڈ کے حصول کے لیے گزشتہ 13 برسوں میں کتنے ہی جوان حافظ حدیث بن چکے ہیں۔بلاشبہ علما تاویل کی مہارت رکھتے ہیں مگر ان 2 مثالوں کو سامنے ضرور رکھیں ۔اگر پھر بھی آل سعود میں آپ کو محبت رسول ﷺ کا اظہار نظر نہ آئے تو پھر آپ کی مرضی ۔مگر ان حقائق کے ہوتے ہوئے اگر ہم پھر بھی انکی محبت رسول ﷺ کا انکار کریں تو عوام الناس میں یہ سوال ضرور اٹھے گا کہ احیائے شریعت کے یہ علم بردار اپنی گفتگو میں ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا کا احیا اور پاس کیوں نہیں کر سکے ۔اس لیے ہماری ذمہ داری جہاں کفار کی سازشوں کو سمجھنے کی ہے اس سے کہیں بڑھ کر امت مسلمہ میں اتحاد کو پیدا کرنے کی بھی ہے۔

ان کنت لاتدری فتلك مصيبة وان كنت تدری فالمصيبة اعظم

''اگر تو نہیں جانتا تو مصیبت ہے اگر جانتا ہے تو پھر بڑی مصیبت۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آل سعود کے عالم اسلام پر احسانات

مولانا محمد عثمان اسماعیل سلفی

اس پرآشوب دور میں کہ جب ملت اسلامیہ کو مجموعی اور انفرادی طور پر اپنے اپنے ممالک میں مختلف چیلنجز کا سامنا ہے۔نت نئے چیلنجز اور مشکل حالات میں مسلمان ممالک کے سربراہوں نے اپنی ڈوبتی ناؤ کو سنبھالا دینے کے لیے جن لوگوں کا انتخاب کیا ہے وہ ان کے اپنے نہیں بلکہ ان کے ہر لحاظ سے دشمن ہیں۔ جہلا تو ایک طرف علماء وعالمین بھی علیکم انفسکم کی عملی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ بلاد اسلامیہ میں کئی ایک لہریں گردش میں ہیں اور در پردہ کچھ ایسی قوتیں بھی متحرک ہیں کہ جو نہ صرف ممالک اسلامیہ کو مزید افتراق وانتشار میں دیکھنا چاہتی ہیں بلکہ یہ قوتیں مسلمانوں کی باہمی نفرتوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حالات کی اس شورش کا رخ سرزمین ام القری کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔اصحاب الفیل کے ورثا آج بھی اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت پر پریشان ہی نہیں بلکہ انگشت بدنداں بھی ہیں دوسری طرف ہمارے درمیان کچھ لوگ مسلکی تعصب کو ہوا دے کر وہ کردار ادا کر رہے ہیں کہ جن کو دیکھ کر قرآن مقدس کے الفاظ یاد آجاتے ہیں۔ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان کہیں آل سعود کو دہشت گردی کے پشتی بان قرار دیا جارہا ہے تو کہیں امریکی ایجنٹ۔ان حالات میں دل چاہا کہ ان دہشت گردی کے پشتیبان اور امریکی ایجنٹوں کی کچھ کارنامے قارئین کی خدمت میں پیش کروں۔

مسلم ممالک کے مابین تنازعات میں آل سعود کا کردار

شاہ فیصل مرحوم وہ پہلے سعودی حکمران ہیں جنہوں نے اتحاد امت میں اہم کردار ادا کیا اس لیے بات کا آغاز انہی سے کرتا ہوں۔

ا۔افریقہ کا صحرا جسے صحاریٰ یا صحرائے اعظم بھی کہا جاتا ہے جس کا رقبہ امریکہ مجموعی رقبے کے قریب

ہے یہ صحرا 90 لاکھ مربع کلومیٹر یعنی 35 لاکھ مربع میل پر محیط ہے۔قدرتی نعمتوں کی فراوانی سے یہ صحرا مالا مال ہے جن میں سب سے بڑی تیل کی دولت ہے اسی صحرا میں 23 لاکھ 81 ہزار 7 سو 40 مربع کلومیٹر پر ایک مسلم ملک الجزائر آباد ہے اسی الجزائر کی مغربی سرحد پر ایک اور اسلامی ملک 4 لاکھ 46 ہزار 5 سو 50 مربع کلومیٹر پر آباد ہے جسے مراکش کہتے ہیں ان کی باہمی سرحدیں آپس میں متنازعہ ہیں جس کی وجہ سے کئی ایک مرتبہ حالات کافی سنگین نوعیت بھی اختیار کر چکے ہیں۔مرحوم شاہ فیصل کے دور میں اسی طرح حالات کی کشیدگی عروج پر تھی مگر یہ آل سعود کا ہی کارنامہ ہے کہ جس نے ان ممالک کو کشیدگی سے بچائے رکھا۔

۲۔ایران اور اس کے ہمسایہ عرب ممالک کے مابین کشیدگی اور اختلاف دور کروانے میں بھی شاہ فیصل مرحوم کا کلیدی کردار ہے کہ جنہوں نے ان ممالک کے مابین اختلاف کو ختم کرایا۔

۳۔یمن اور مصر کے درمیان کئی ایک مسائل پر متنازعہ تھا جن کو شاہ فیصل مرحوم نے حل کرایا۔

۴۔شام اور عراق کے مابین پانی کا تنازع شدت پکڑ رہا تھا اس کو شاہ فیصل نے ختم کیا۔

۵۔بعض وجوہات کی بنا پر ترکی اور سعودی تعلقات خراب تھے شاہ فیصل پہلے سعودی حکمران ہیں کہ جنہوں نے اگست 1966ء کو ترکی کا دورہ کیا۔ترکی اور سعودیہ کو قریب کیا۔

۶۔1962ء میں شاہ فیصل مرحوم نے رابطہ عالم اسلامی کی بنیاد رکھی جس کا مقصد مسلم ممالک کے مسائل حل کرنا ہے۔

۷۔اگرچہ یہ تمام کام اپنی اپنی جگہ پر قابل تحسین ہیں مگر ان سب کے باوجود شاہ فیصل مرحوم امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر دیکھنا چاہتے تھے اس مقصد کی خاطر اپریل 1965ء میں حج سے فارغ ہونے کے بعد شاہ فیصل مرحوم نے مختلف مسلم ممالک کے دورے کرنے کا پروگرام بنایا چنانچہ 8 نومبر 1965ء کو شاہ مرحوم سب سے پہلے ایران کے دورے پر پہنچے۔اسکے بعد یک بعد دیگرے اردن ،سوڈان، پاکستان، ترکی، مراکش، گنی، مالی اور تیونس کے دورے کیے۔اور مسلم حکمرانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔مگر اگست 1969ء میں جب یہودیوں کی جانب سے مسجد اقصیٰ کو آگ لگوائی گئی تو پھر مسلم ممالک کو شاہ فیصل کی سوچ سمجھ میں آئی۔چنانچہ 22 تا 25 ستمبر

1969ء کو پہلی اسلامی سربراہی کانفرس مراکش کے دارالخلافہ رباط میں منعقد ہوئی۔اس پلیٹ فارم کو مضبوط کرنے کے لیے شاہ فیصل مرحوم کا کردار اتنا اہم تھا کہ انہوں نے خود سے فنڈ دے کر غریب مسلم ممالک میں اس کانفرنس کا انعقاد کیا۔پاکستان میں جب اسلامی سربراہی کانفرس ہوئی تو اس کا بھی سارا خرچ شاہ فیصل مرحوم نے اٹھایا۔

عالمی کفر کے مقابلے پر مسلم ممالک کی ہمایت میں آل سعود کا کردار

جب بھی اہل کفر نے کسی مسلم ملک کو تہہ و بالا کیا یا کسی مسلم کے حوالے سے ایسے عزائم بنائے تو آل سعود ہر ممکن کوشش کے ساتھ اس ملک کی مدد کی۔تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

۱.....نہر سویز کے معاملے میں مصر کی حمایت: یورپ اور جنوبی مغربی ایشیا کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کے لیے انیسویں صدی میں نہر سویز کا منصوبہ بنا جس کی تعمیر کا تخمینہ بیس کروڑ فرانک تھا۔مگر تعمیر پر 88 کروڑ 41 لاکھ 96 ہزار فرانک خرچ آیا یہ محض ایک نہر کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ اس آبی راستے کی تاریخ ہے کہ جو بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم سے ملانے کا اہم ذریعہ ہے۔101 میل لمبی اور 196 فٹ 10 انچ چوڑی 33 فٹ گہری یہ نہر کہ جس سے مغربی ممالک کے مفادات وابستہ تھے مگر 26 جولائی 1956ء کو جب مصری صدر جمال عبدالناصر نے جب نہر سویز کو مصری ملکیت میں لینے کا فیصلہ کیا تو نہ صرف مغربی ممالک بلکہ اسرائیل میں بھی تہلکہ مچ گیا۔چنانچہ اسرائیل کی شہ پر برطانیہ اور فرانس نے 29 اکتوبر 1956ء کو مصر پر حملہ کر دیا۔اس حملے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس حملے میں 45 ہزار برطانوی اور 34 ہزار فرانسیسی فوجیوں کے ساتھ ساتھ 1 لاکھ 75 ہزار اسرائیلی فوجیوں نے بھی حصہ لیا اس حملے کے نتیجے میں 650 مصری فوجی شہید اور 2000 ہزار قید میں چلے گئے۔مگر اس نازک مرحلے پر شاہ فیصل مرحوم نے مصر کی بھرپور تائید اور حمایت کی۔

۲.....شش روزہ جنگ جسے جنگ جون کہا بھی جاتا ہے 1967ء میں اسرائیل نے جون کے پہلے ہفتے میں بغیر کسی اعلان جنگ کے مصر پر حملہ کر دیا اس جنگ میں 21 ہزار عرب فوجی شہید اور 45 ہزار زخمی

ہوئے اور 6 ہزار عرب فوجیوں کو اسرائیل نے قیدی بنالیا اور 4 سو سے زائد عرب افواج کے طیارے تباہ ہوئے نیز یہ کہ غزہ فلسطین اور جزیرہ نما سینا کا 24 ہزار مربع میل علاقہ اسرائیل کے قبضہ میں چلا گیا۔ (عرب افواج پر یہ حملہ اتنا ہنگامی تھا کہ عرب افواج نے پاکستان فوج سے مدد کی درخواست کی چنانچہ ایک درجن پائلٹ عرب ممالک میں پہنچے پاکستانی ہوابازوں نے اردن، مصر، عراق سے اڑان بھرتے ہوئے تین اسرائیلی جنگی طیاروں کو بھی گرایا اور اسرائیلی زمینی افواج کو ٹھیک ٹھیک نشانہ بنایا۔) اس جنگ کے نتیجے میں نہر سویز بند ہوگئی۔ جس کی سالانہ آمدن مصر کو ساڑھے 9 کروڑ ڈالر تھی۔ نیز جزیرہ نماء سینا کے اسرائیلی قبضے میں چلے جانے سے مصر تیل کے چشموں سے محروم ہوگیا۔ چنانچہ مصر کی معاشی حالت خطرے کے الارم بجانے لگی (اگست 1967ء میں عرب سربراہان کانفرنس میں شاہ فیصل مرحوم نے مصری صدر جمال عبدالناصر کو گلے بھی لگایا۔ اور مزید اپنی حمایت اور تعاون کا بھرپور یقین دلوایا۔) چنانچہ اس حالت میں شاہ فیصل مرحوم نے لیبیا اور کویت کو ساتھ ملا کر مصر کو سالانہ ساڑھے 9 کروڑ ڈالر کی امداد کی۔ آئندہ سال پھر اتنی ہی امداد مصر کو ان ممالک کی طرف سے دی گئی۔ جس نے مصر کی معیشت کو دیوالیہ ہونے سے بچایا۔

۳..... جنگ یوم کپور اکتوبر 1973ء میں یہ جنگ اس بنا پر شروع ہوئی کہ اسرائیل افواج نہر سویز کی بحالی میں رکاوٹ بنی ہوئی تھیں چنانچہ عرب افواج نے اسرائیل افواج پر حملہ کیا جنگ یوم کپور میں 16 پاکستانی پائلٹس نے بھی حصہ لیا اور مگ 21 طیاروں میں پروازیں کیں پاکستان کے فلائٹ لیفٹیننٹ اے ستار علوی نے سب سے پہلے اسرائیلی میراج طیارہ گرایا۔ چنانچہ انہیں شامی حکومت کی جانب سے اعزاز بھی ملا۔ اسکے علاوہ پاکستانی ہوابازوں نے 4 اسرائیلی نے ایف فینٹم طیارے بھی تباہ کردیے اور اسرائیلی توپ خانے کو بھی زبردست نقصان پہنچایا۔ اس طرح مصری افواج نے 6 اکتوبر 1973ء کو مشرقی ساحل پر اسرائیلی افواج کو تہس نہس کردیا۔ جنگ یوم کپور میں امریکی منافقت کا کردار کھل کر سامنے آگیا امریکہ براہ راست تو سامنے نہ آیا مگر امریکہ کا ایک طیارہ بردار بحری جہاز جزیرہ نمائے سینا کے شمال میں بحرہ روم میں ہر طرح سے لیس موجود تھا۔ اس کے راڈاروں نے نہ صرف اسرائیل کا دفاع کیا بلکہ امریکی طیاروں نے ہزاروں اسرائیلی کمانڈوز کو مصر میں پورٹ سعید

کے پاس اترنے میں مدد فراہم کی (اگر اس جنگ میں امریکہ اسرائیل کی پشت پر نہ ہوتا تو فلسطین کا قضیہ حل ہوجاتا) امریکی منافقت پر احتجاجا شاہ فیصل مرحوم نے جرأت مندانہ کردار ادا کرتے ہوئے اکتوبر 1973ء سے مارچ 1974ء تک امریکہ اور مغربی ممالک کو تیل کی فراہمی بند کردی۔ جس کی وجہ سے ان ممالک میں تیل کی قیمت یکدم 12 ڈالر فی بیرل سے بڑھ کر ساٹھ ڈالر فی بیرل تک ہوگئی۔ فرانس کو شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہالینڈ کو بھی تیل کی فراہمی بالکل بند کردی گئی۔ کیونکہ ہالینڈ نے جنگ یوم کپور میں اسرائیل کے دفاع کے لیے امریکی ائیرفورس کو ایک ائیربیس فراہم کی تھی۔ خلاصہ یہ کہ شاہ فیصل مرحوم کا ایک جرأت مندانہ اور دلیرانہ اقدام تھا۔

۴.....1965ء پاک بھارت جنگ میں ہمارا بے وفا معشوق امریکہ کہ جس کے ساتھ ہمارے دفاعی معاہدے بھی تھے مگر عین ان حالات میں کہ جب پاکستان کو امداد کی ضرورت تھی اس نے ہماری امداد بند کردی۔ مگر آل سعود کو امریکی ایجنٹ کہنے والوں کے لیے شاید یہ خبر دھچکے کا باعث ہو کہ جب امریکہ بھی ہمارے کام نہ آیا تو یہ آل سعود ہی تھی جنہوں نے 9 ملین ڈالر سے پاکستان کی امداد کی۔

۵۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد 1998ء میں جب بھارت کی گیدڑ بھبکیوں کے جواب میں پاکستان نے پانچ ایٹمی دھماکے کیے تو پاکستان کو عالمی دباؤ کی وجہ سے شدید پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا ان حالات میں جب کہ وطن عزیز کوئی ایک معاشی چیلنجز درپیش تھے تو ان حالات میں بھی آل سعود ہی تھے کہ جنہوں نے متواتر تین سال تک پاکستان کو مفت تیل کی سپلائی دے کر پاکستانی معیشت کو سہارا دیا۔

مقبوضہ مسلم ممالک اور سعودی عرب

مقبوضہ مسلم علاقوں میں سب سے زیادہ اہمیت فلسطین کے مسئلے کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فلسطینی قوم پر ہونے والے ظلم کو عالمی برادری کے سامنے عیاں کرنے میں کسی کا کردار ہے تو صرف سعودی عرب کا۔ اسکا اول کریڈٹ تو شاہ فیصل مرحوم کو جاتا ہے کہ اگست 1969ء میں جب مسجد اقصیٰ میں آگ لگائی گئی تو شاہ فیصل مرحوم نے اس واقعہ کو عالمی توجہ کا مرکز بنایا۔ اسی طرح فلسطین کی آواز کو موثر بنانے اور اسرائیل کی پوزیشن کو کمزور کرنے کے لیے افریقہ میں بسنے والے غیر مسلم

ممالک کو بھی سعودی حکمران شاہ فیصل کے دور سے بڑی تعداد میں فنڈنگ کر رہے ہیں تاکہ مشکل وقت میں یہ ممالک غیر مسلم ہونے کے باوجود فلسطین کے حق میں اخلاقی طور پر حمایت جاری رکھیں۔اسی طرح 2010ء میں جب اسرائیل نے فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کیا تو سعودی عرب کی کوششوں سے فوراہنگامی سطح پر عرب لیگ کا اجلاس 26 مارچ 2010ء کو منعقد ہوا جس میں عرب لیگ کی طرف سے فلسطینی عوام کے لیے 500 سو ملین ڈالر منظور ہوئے۔سعودی حکمرانوں نے ہر ممکن طریقے سے فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کا ساتھ دینے کی کوشش کی ہے۔اسکا مبین ثبوت یہ ہے کہ سعودی حکمرانوں نے ریلیف آف فلسطین کے نام سے ایک فنڈ قائم کیا ہے جس کی ابتدا 40 ملین ڈالر سے کی گئی۔2010ء میں جب اسرائیل نے غزہ اور فلسطین پر شدید بمباری کی تھی تو ان حالات میں شاہ عبداللہ مرحوم وہ پہلے مسلم حکمران تھے کہ جنہوں نے فورا 20 کروڑ ڈالر فلسطینی عوام کے لیے جاری کیے تھے (یہاں پر یاد رہے کہ یہ وہ حالات تھے کہ جب ہمسایہ ملک مصر نے فلسطینی پناہ گزینوں پر اپنے تمام راستے بند کر دیے تھے۔)

اسی طرح مقبوضہ مسلم علاقوں میں ایک اہم نام بوسنیا کا بھی ہے جس میں اب تک 8 ہزار 6 سو لاشیں صرف شناخت کی جاسکیں ہیں جب ہزاروں ابھی باقی ہیں 1992ء میں جب سرب افواج نے بوسنیا کے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے تو شاہ عبداللہ مرحوم نے ذاتی طور پر 50 ملین سعودی ریال سے ایک ادارہ بوسنیا کے مسلمانوں کے ریلیف کے لیے قائم کیا اور جس کا سربراہ اس وقت کے گورنر ریاض کو مقرر کیا گیا اور یہ بھی یاد رہے کہ سرب افواج کے ٹینکوں کو پرخچوں میں اڑانے کے لیے بوسنیائی مسلمانوں کو سٹنگر مزائل بھی سعودی حکمرانوں نے ہی مہیا کیے تھے۔

مقبوضہ مسلم علاقوں یا جہاں مسلمانوں کو اقلیت سمجھ کر ان پر ظلم کیا جاتا ہے ان علاقوں میں سعودی کردار کو سمجھنے کے لیے مثال برما (روہنگیا) کے مسلمانوں کی ہے۔ابھی حال ہی میں جب برمی مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھایا گیا اور جس برے انداز سے مسلمانوں کی نسل کشی کی گئی یہ ایک بدترین سفاکیت کی مثال تھی۔ان حالات میں شاہ عبداللہ مرحوم نے برمی مسلمانوں کے لیے فوری طور پر 50 ملین ڈالر کی امداد جاری کی۔اور عالمی سطح پر اس کو ظلم کی بدترین مثال قرار دیا۔

اسی طرح عالمی برادری کی توجہ مظلوم مسلمانوں کی طرف کروانے میں بھی سعودی عرب نے اہم کردار ادا کیا اور اس مقصد نے سعودی عرب 23 ملین ڈالر کی خطیر رقم یو،این ،او کو ادا کرتا رہا تا کہ وہ اپنی توجہ غریب اور مظلوم مسلماں علاقوں کی طرف کریں ۔مگر یو،این ،او جو ہمیشہ مسلمانوں کے لیے ٹرائے کا گھوڑا ثابت ہوئی ہے اس کی منافقانہ پالیسی سے تنگ آ کر سعودی عرب نے یو،این ،او کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ سعودی حکومت کی طرف سے جدہ یونیورسٹی میں ایک مستقل شعبہ قائم کیا گیا ہے کہ جہاں صرف غریب اور مظلوم مسلم علاقوں کے مسائل پر ریسرچ ہوتی ہے۔

غریب مسلم ممالک اور سعودی عرب

دنیا میں انتہائی غربت میں بسنے والے لوگ 24 فی صد تعداد میں ہے جو قریبا مسلم علاقوں میں بسنے والے مسلمان ہی ہیں تیونس ،تنزانیہ ،نائجیریا ،کینیا ،گانا ،ساؤتھ افریقہ ،مالی ،مراکش ،افغانستان یہ نو ممالک دنیا میں انتہائی غریب شمار ہوتے ہیں ان ممالک کے بارے میں سعودی حکومت کا کردار اور دیگر غریب مسلم ممالک کے حوالے سے یہ ہے کہ سعودی حکومت تیل کی فری امداد ان ممالک کو دیتی ہے تا کہ یہ معاشی طور پر مستحکم ہوں نیز ویزا پروجیکٹ کی مد بھی سعودی حکومت ان ممالک کو کافی سپورٹ کرتی ہے ۔اور اس کے علاوہ ان ممالک کے افراد کو لیبر کے طور پر سعودی عرب میں ملازمتیں دی جاتی ہیں تا کہ ایک کثیر زرمبادلہ کے ذریعے ان ممالک کو معاشی استحکام حاصل ہو۔مثال کے طور پر جب سقوط پاکستان کا سانحہ ہوا تو بنگالی جن دلفریب نعروں کے فریب میں آ کر نیا دیس لینے کے درپے تھے وہ تو پورے نہ ہوئے بلکہ بنگلہ دیش کو کافی خطرات لاحق تھے ان حالات میں سعودی عرب نے بنگالی مسلمانوں کو ویزے جاری کیے تا کہ وہ باہر سے زرمبادلہ اپنے ملک میں بھیجیں ابھی بھی سعودی عرب میں بنگالی 2.8 ملین کی تعداد میں ہیں (سقوط ڈھاکہ کے بعد پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرلیا تھا مگر ایک عرصے سعودی عرب نے بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا تھا) اسی طرح برمی مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے جب برمی مسلمانوں پر ظلم ہوئے تو شاہ عبداللہ

مرحوم نے برمی مسلمانوں کے لیے فوری طور پر اڑھائی لاکھ ویزے جاری کیے۔اس کے علاوہ بھی مجموعی طور پر مسلم ممالک میں سے 35 مسلمان ملک ایسے ہیں کہ جہاں مختلف منصوبوں کی مد میں سعودی حکومت نے 80ارب ڈالران ممالک کوفراہم کیے ہیں ۔

وطن عزیز پاکستان کوبھی مختلف شعبہ جات میں سعودی عرب نے ہمیشہ مخلصانہ تعاون کیا۔مثلاً سٹیل مل کی مد میں ،ایٹمی پروگرام کی مد میں ،1969ء میں پاکستان ایئرفورس کو جہازوں کی مد میں سعودی عرب نے تعاون کیا۔سعوی فضائیہ کو برطانیہ فضائیہ تربیت دیتی تھی مگر 1967ء میں جب پاکستان اور سعودی عرب فوجی تعاون کا معاہدہ ہواتو سعودی عرب نے کمال دوستی کا اظہار کرتے ہوئے اپریل 1968ءکوتمام برطانوی ہوابازوں کورخصت کردیااور پاکستانی فضائیہ کواپنی فضائیہ کی تربیت کے لیے مقررکیا۔حالیہ دور میں بھی ملک کومعاشی استحکام دینے کے لیے ڈیڑھ عرب ڈالرکاتحفہ سعودی عرب حکومت نے پاکستان کودیا۔

آفات اور مصیبتوں میں سعودی حکومت کا کردار

1973ء میں جب پاکستان میں شدیدترین سیلاب آیاتو سعودی عرب نے وسیع پیمانے پر پاکستان کی امدادکی۔1975ء میں سوات زلزلے کے بعدایک کروڑ ڈالرامدادسعودی عرب نے جاری کی۔اسی طرح ستمبر1979ء میں جب روس افغانستان آبیٹھاتوافغان مہاجرین آبادکرنے کے سلسلے میں پاکستانی حکومت کوشدیدمشکلات کا سامناتھاچنانچہ سعوی عرب نے پاکستان کو35 ملین ڈالرفراہم کیے ۔1990ء میں گجرات انڈیامیں ایک تباہ کن زلزلہ آیاجس میں سعودی عرب نے انڈیا گورنمنٹ کوبہت بڑی امداد سے نوازا۔

اکتوبر2005ء میں جب وطن عزیزکوایک تباہ کن زلزلے کا سامنا کرناپڑااقوام متحدہ کے اندازے کے مطابق اس تباہ کن آفت سے نمٹنے کے لیےفوری طور پر95 ملین ڈالردرکارتھےمگرہمارے وہ محسن کہ جن کی دوستی کی خاطرہم نے اپنے ملک کی سلامتی داؤ پرلگادی ان کی طرف سےصرف1.5 ملین ڈالرکی امداد ہمارے کشکول میں پھینک دی گئی۔ان حالات میں سعودی عرب نے نہ صرف سرکاری سطح

پر بلکہ عوام سطح پر بھی جس محبت کا ثبوت فراہم کیا وہ لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتا۔ مرحوم شاہ عبداللہ کے حکم پر فضائی راستے سے متاثرین زلزلہ کے لیے امداد شروع کی گئی جس میں 56 سعودی طیاروں نے حصہ لیا۔ مانسہرہ میں شاہ عبداللہ مرحوم کے حکم پر ایک سعودی فیلڈ ہسپتال کا قیام عمل میں آیا جو پاکستانی حکومت کو تحفہ میں بمعہ مشینری دے دیا گیا اور جس سے سعودی عرب خرچے پر 10 لاکھ متاثرین کا علاج کیا گیا۔ ابھی حال ہی می افریقی ممالک میں ایبولا وائرس کی وبا پھیلی تو ان علاقوں کے غریب ممالک اور خصوصی طور مسلم ممالک کو سعودی حکومت کی طرف سے ایبولہ وائرس سے نمٹنے کے لیے 25 ملین ڈالر کی امداد دی گئی ۔

تعلیمی میدان میں سعودی عرب کا کردار

تعلیمی میدان میں بھی سعودی حکمرانوں کی خدمات قابل تحسین ہیں شاہ فیصل مرحوم سے لے کر اب تک مختلف غریب مسلم ممالک میں دنیاوی تعلیمی میدان میں تعاون کے لیے سعودی حکومت 824 ملین ڈالر سے زیادہ خرچ کر چکی ہے۔ دینی تعلیم غیر مسلم ممالک تک پہچانے کے لیے اب تک سعودی حکومت کی طرف سے 1359 مساجد کا جال بچھایا گیا جن پر 956 ملین ڈالر کی لاگت آئی ۔ بقول شاعر:

ہوئی آذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

غیر عرب ممالک میں بھی جو ادارے نجی طور پر دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف عمل ہیں ان کو سعودی امداد 14 سو سے لے کر 15 سو ملین ڈالر تک ہے ۔ یہاں پر ایک الزام سعودی ایک خاص فرقے (سلفیت) کو سپورٹ کرتا ہے ان کو غور کرنا چاہیے کہ انڈیا میں دارالعلوم دیوبند کون سا سلفی ادارہ ہے مگر سعودی حکومت ان کو فنڈنگ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ سعودی عرب میں سرکاری سطح پر 15 سو مساجد ہیں جہاں سعودی شہریوں کے علاوہ بہت سے مسلم ممالک کے افراد امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں ۔ جن کی تنخواہیں سعودی حکومت کے ذمے ہیں ۔ اسی طرح سعودی عرب 202 سرکاری کالجز اور 2 ہزار سرکاری سکولز ہیں کہ جن میں مختلف مسلم ممالک کے ہزاروں بچے

زیر تعلیم ہیں۔جن کا خرچ سعودی حکومت برداشت کرتی ہے۔اسی طرح عرب لیگ کو جدید بنانے کے لیے اور ویسٹ کا مقابلہ کرنے کے لیے خواتین کی سب سے بڑی یونیورسٹی بنائی گئی ہے۔

قارئین کرام! یہ انتہائی مختصر احسانات ہیں جن کا میں نے جائزہ لیا ہے حقیقت یہ ہے کہ آل سعود کے کارنامے پڑھ اور سن کر عباسی شاعر بشار بن برد کا وہ شعر یاد آجاتا ہے:

یاقوم اذنی لبعض الحی عاشقة والاذن تعشق قبل العین احیانا

''میری قوم میرے کان ایک قبیلے کے عاشق ہیں اور کبھی کبھی آنکھوں کے دیکھنے سے پہلے کان عاشق ہوجاتے ہیں۔''

بہرحال آل سعود کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے میں ان الفاظ پر اختتام کرتا ہوں

سلامی علی نجدومن حل فی نجد وان کان تسلیمی علی البعدلا یجدی

نجد اور اہل نجد پر میرا اسلام اگرچہ دوری مسافت سے میرا اسلام وہاں نہیں پہنچ سکتا

مدینہ کے باسیوں سے محبت رکھو

مراسلہ: زبیر الرحمٰن حاصل پوری

عائشہ بنت سعد، سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

لاَ يَكِيدُ أَهْلَ المَدِينَةِ أَحَدٌ، إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ المِلْحُ فِي المَاءِ

''اہل مدینہ سے جو شخص بھی فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔''

بخاری: الحج باب إثم من كاد أهل المدينة 1877۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جزیرۃ العرب میں کتاب وسنت کی دعوت کا علمبردار

ادارۃ الجالیات

فضیلۃ الشیخ ابوتراب نوری پوری مشرف الدعاۃ شعبہ اردو جالیات مدینہ منورۃ

آج سے چودہ سو پچاس برس قبل جزیرۃ العرب کے لوگ حقوق انسانیت سے ہی نہیں بلکہ حیوانوں کے حقوق کا بھی علم نہ رکھتے تھے، ان میں دنیا کی ہر برائی اور غلط حرکت پائی جاتی تھی، پہاڑوں اور ریگستانوں کا یہ باسی معاشرتی برائیوں کا اتنا رسیا ہو چکا تھا کہ راہ جاتے شخص کو لوٹ لیتا، باپ کی بیوی کو اپنی وراثت سمجھتا، اگر گھر میں بچی پیدا ہو جاتی تو لوگوں سے چھپتا پھرتا اور اس بچی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اسے زندہ درگور کر دیتا، شراب نوشی پر فخر کرتا، سود خوری اور قمار بازی اس کی گھٹی میں رچ بس چکی تھی، چھوٹی سی بات پر جنگ شروع کر دیتا اور نسل در نسل چلتی لڑائی کی آگ میں کئی نسلیں جل کر راکھ ہو جاتیں لیکن انتقام کی آگ پھر بھی ٹھنڈی نہ ہوتی، زنا و بدکاری تو اتنی عام تھی کہ باقاعدہ اس کام کے لیے جھنڈے لگائے جاتے، اور دینی طور پر حالت اتنی ناگفتہ بہ ہو چکی تھی کہ کئی ایک معبود بنا رکھے تھے بلکہ اتنا ہی نہیں ادب و بلاغت کا دعوی کرنے والے نے بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت ٹکا رکھے تھے، اپنے آپ کو اشراف کہنے والے مرد و زن مادر زاد ننگے ہو کر طواف کرتے، بلکہ عقل سے اتنا عاری ہو چکا تھا کہ اپنے ہاتھوں سے معبود بناتا اور بھوک لگتی ستو سے بنائے ہوئے معبود کو کھا رڈکارتا بھی تو عقل نہ آتی کہ آیا یہ معبود کہلانے کا حقدار بھی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی اس کے ہاتھ سے تراشے ہوئے بت کو گندگی میں پھینک دیتا تو اسے اٹھا کر دھوتا اور خوشبو لگا کر اس کے آگے جھک جاتا تھا۔

اس حالت سے انسانیت کو نکالنے اور انہیں راہ راست پر لانے کے لیے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی کی ایک پہاڑی غار میں جبریل امین دستور حیات کی پہلی کرن کی شکل میں اللہ سبحانہ وتعالی کا درج ذیل فرمان لائے اور محمد بن عبداللہ ﷺ کو اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ

الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ کا درس دے کر امت مسلمہ کا پہلا داعی بنا دیا اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ کا حکم دے کر دعوت وتبلیغ کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع کیا تو نبی مکرم ﷺ نے دعوت وتبلیغ کا ایسا حق ادا کر دیا جس کے نتیجہ میں وہی معاشرتی و دینی برائیوں کا مالک ایسا راہ راست پر آیا کہ اپنے اخلاق سے ساری دنیا پر دین اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا، اور مدتوں سے قائم دشمنیاں محبت والفت اور دوستی میں بدل گئیں، عورت کو اسکا کھویا ہوا مقام حاصل ہو گیا، چوری وڈاکہ زنی ختم ہوگئی۔

مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ معاشرے میں پھر وہی معاشرتی برائیاں پنپنے لگیں اور لوگ کتاب وسنت کا دیا ہوا درس بھول کر قبروں کا طواف کرنے لگے، اور پھر جزیرۃ العرب میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا حجاج کرام کو لوٹ لیا جانے لگا، قبروں پر چڑھاوے چڑھنے لگے وہاں جا کر منتیں مانگی جانے لگیں، مکہ میں خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر پر اور مدینہ میں انہی صحابہ کی قبروں پر قبے اور مزار بنا دیے گئے جنہوں نے خالص کتاب وسنت کو پوری دنیا میں عام کیا، اور طائف میں زید بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر پر قبہ بنا دیا گیا، چڑھاوے چڑھنے لگے، منتیں مانی جانے لگیں، لگتا تھا کہ پھر وہی دور جاہلیت پلٹ آیا، اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے دین کی دعوت کے لیے ایک شخص جسے محمد بن سلیمان التمیمی کا نام دیا جاتا ہے، اس نے مکہ مکرمہ اور مدینہ المنورہ میں الشیخ محمد حیات سندھی اور الشیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف سے کتاب وسنت کا علم حاصل کیا اور حصول علم کے بعد اپنے علاقے حریملاء سے کتاب وسنت کی دعوت کا کام شروع کیا تو انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اس دعوت کی بنا پر وہاں سے نکلنا پڑا وہاں سے عیینہ چلے گئے اور زید بن خطاب کی قبر پر بنے ہوئے قبہ کو گرانے کی وجہ سے انہیں قتل کرنے کی کوشش ہوئی اور وہاں سے نکل کر درعیہ چلے گئے اور وہاں کے امیر محمد بن سعود سے معاہدہ ہوا اور یہی معاہدہ سعودی عرب میں کتاب وسنت کی ترویج کا باعث بنا اور آج تک آل شیخ اور آل سعود میں یہ معاہدہ قائم ہے، یہ تمہید اس لیے لکھی گئی تا کہ سعودی عرب میں ادارۃ الجالیات کی دعوتی سرگرمیوں کا پس منظر سامنے آجائے۔

حکومت سعودیہ کے ذمہ داران کو ادراک ہے کہ دعوت دین ایک بہت ہی اہم فریضہ ہے بلکہ یہ تو انبیاء و

رسل کا فریضہ ہے دعوت دین دینے والا شخص بہت بلند پایہ مقام رکھتا ہے، اس سے معاشرے میں امن وسلامتی پیدا ہوتی ہے، اور معاشرتی وسیاسی برائیاں ختم ہوجاتی ہیں، اسی لیے حکومت سعودیہ اس کا خاص اہتمام کرتی نظر آتی ہے، بلکہ اس کے لیے تو باقاعدہ وزرات (وزراۃ الشوؤن الاسلامیۃ و الاوقاف والدعوۃ والارشاد) قائم کی گئی ہے جس کے اغراض ومقاصد درج ذیل ہیں

اول : قرآن مجید کی نشر واشاعت کے ساتھ ساتھ تحفیظ کے اداروں کا پوری دنیا میں تعاون، اور قرآن مجید اور سنت نبویہ کے عالمی مقابلے منعقد کرنا

دوم : پوری دنیا میں دین اسلام کی دعوت اور اسلامی اقدار کی حفاظت، اور دین اسلام کے متعلق شبہات کا ازالہ اور اہل سنت کے صحیح عقیدہ کی ترویج

سوم : پوری دنیا میں مسلمان اقلیات اور اسلامی مراکز کا تعاون اور مسلمانوں کے مختلف احوال پر سیمنار اور کانفرنس کا انعقاد .

چہارم : دعوتی مراکز اور اسلامک سنٹر کا تعاون ونگرانی

پنجم : ملک فہد پرنٹنگ پریس کی نگرانی.

ششم : سعودی عرب کے طول وعرض میں مساجد کی دیکھ بھال

ہفتم : پوری دنیا میں مسلمانوں کی خدمت کے لیے اسلامی تنظیموں کے ساتھ رابطے.

سعودی عرب کے ہر شہر میں مرکز الدعوۃ والارشاد کا آفس قائم ہے جہاں کے مبلغین حضرات پورے سعودی عرب میں قریہ قریہ اور بستی بستی جا کر کتاب وسنت کی دعوت پیش کرتے ہیں، لیکن یہ سب دروس یہاں کے عرب باشندوں کے لیے خاص ہیں، ایک وقت تھا کہ سعودی عرب میں دوسرے ملکوں کے افراد نہ تھے بلکہ یہاں کے لوگ باہر جا کر تجارت وملازمت کیا کرتے تھے، اور پھر اللہ سبحانہ وتعالی نے توحید کی برکت سے یہاں کی سرزمین کو زرخیز کر دیا اور یہاں سے تیل نکلا اور شاہ فہد بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دور میں سعودی عرب نے خوب ترقی کی منزلیں طے کیں اور باہر کی دنیا کے افراد کثرت سے کام کاج کے لیے یہاں آئے تو پھر جالیات یعنی مختلف کیمونیٹی کے افراد کو دعوت دین کی ضرورت محسوس ہوئی تو 1985 الموافق 1406 ہجری میں سعودی عرب میں پہلے جالیات

آفس کی بنیاد رکھی گئی، اس کی تاسیس قصیم کے علاقے بریدہ میں ہوئی، اس کے مؤسس جناب عبد العزیز التویجری تھے جنہوں نے شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے جالیات آفس کھولنے کی بات کی تو انہوں نے اس کی منظوری میں تعاون فرمایا اس طرح سعودی عرب میں غیر عرب کے لیے دعوت وتبلیغ کا پہلا ادارہ قائم ہوا، قصیم کا علاقہ علماء اور دیندار طبقہ کی وجہ سے خاص معروف ہے، اس وقت صرف قصیم کے علاقے میں تقریبا چالیس جالیات آفس قائم ہیں، یہ ادارہ وزات شؤن اسلامیہ والاوقات والدعوۃ والارشاد کے تحت کام کرتا ہے، اس میں ہر زبان کا داعی ہے جو اپنی زبان میں ملازمین کی رہائش گاہوں اور کیمپوں کی مساجد میں جا کر دعوت دین کا فریضہ سرانجام دیتا ہے، ذیل کی سطور میں ہم ادارۃ الجالیات کا تفصیلی تعارف پیش کرنے کی کوشش کرینگے

ادارۃ الجالیات کے ذیلی شعبہ جات

ادارۃ الجالیات برائے مرد حضرات

ادارۃ الجالیات برائے خواتین

اس ادارہ میں سب ملازمین خواتین ہیں اور خواتین ہی دفتری اور دعوتی امور سرانجام دیتی ہیں.

ان دونوں شعبوں کے اساسی شعبے درج ذیل ہیں: ۱۔ غیر مسلموں کو دعوت دینا ۲۔ مسلمانوں کو دعوت دینا۔ یہ دو بڑے شعبے ہیں اور ان میں بھی مختلف طریقہ سے کام کیا جاتا ہے:

غیر مسلموں کو دعوت دینا:

ادارۃ الجالیات میں یہ شعبہ بہت ہی اہم شمار ہوتا ہے، اور ادارہ کے سب ملازمین اسے بہت اہمیت دیتے ہیں، اور سب سے زیادہ اخراجات بھی اسی شعبہ پر کیے جاتے ہیں، ایسا کرنا کسی بھی مسلمان کے لیے مخفی نہیں کیونکہ کسی غیر مسلم کو دین اسلام کی دعوت دینا اور اسے اسلام میں لانا بہت ہی اجر وثواب کا باعث ہے. دعوت کا طریقہ کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ ہر کمپنی کے ملازمین کے افراد کی تعداد کے ساتھ ان کا دین اور ملک بھی معلوم کیا جاتا ہے، اس کے بعد ادارہ کی جانب سے داعی مقرر ہوتا ہے جو ایک ایک کمرہ میں جا کر غیر مسلم افراد کو دعوت دیتا ہے، ابتدا میں انہیں انکی زبان میں دین

اسلام کے متعلق لٹریچر مہیا کیا جاتا ہے، پھران کے ساتھ مجلس کی جاتی ہے اوران کے اشکالات کا جواب دیا جاتا ہے، کسی بھی غیر مسلم ملازم کو دین اسلام قبول کرنے پر کوئی مجبور نہیں کرتا، اسے مکمل آزادی ہوتی ہے صرف دین اسلام کے خصائص بتائے جاتے ہیں اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا راز معلوم کرایا جاتا ہے.

ادارۃ الجالیات کے تحت جب کوئی شخص دین اسلام قبول کرتا ہے تو فوری طور پر اس کی دلجوئی کی جاتی ہے تا کہ وہ اپنے آپ کو اکیلا محسوس نہ کرے بلکہ مسلمانوں کا ایک فرد شمار کرے، پھر اس کے لیے اس کی زبان میں دروس ولیکچر کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور باقاعدہ ایک نصاب ترتیب دیا گیا ہے جس کی کلاسز ہوتی ہیں اور اسلام میں داخل ہونے والے شخص کو باقاعدہ یہ نصاب پڑھایا جاتا ہے، نصاب مکمل ہونے کے بعد اسے وزارت کی جانب سے باقاعدہ مسلمان ہونے کی سند جاری ہوتی ہے، اور اس طرح اس کی دستاویز میں نام تبدیل ہوسکتا ہے، مسلمان ہونے کے بعد ادارہ کی جانب سے اسی زبان کا داعی برابر اس سے رابطہ رکھتا اور اس کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتا ہے، ادارۃ الجالیات کے تحت سعودی عرب میں سب سے زیادہ دین اسلام قبول کرنے والے فلپائنی ہیں، لیکن دوسرے ممالک کے غیر مسلم بہت ہی کم تعداد میں مسلمان ہوتے جن میں سکھ اور ہندو عیسائی وغیرہ شامل ہیں، اسلام قبول کرنے والے افراد کو ادارہ کی جانب سے حج اور عمرہ مفت کرایا جاتا ہے

مسلمانوں میں دعوتی کام:

دروس کا انعقاد: مختلف مساجد اور کمپنیوں میں ہفتہ وار درس قرآن کا ہر زبان میں اہتمام کیا جاتا ہے، اور دروس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوتی ہے.

ادارہ جالیات میں ماہانہ درس کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں مقامی علماء کی بجائے باہر سے علماء کو دعوت دی جاتی ہے.

کورسز کا اہتمام: ادارۃ الجالیات کی جانب سے مختلف علمی اور فنی کورسز کا انعقاد کیا جاتا ہے مثلا تدریب الدعاۃ کورس وغیرہ.

تفریحی ٹورز کا انعقاد: دعوتی نقطہ نظر کو مدنظر رکھتے ہوئے تفریحی ٹور کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔

کھیلوں کے مقابلوں کا اہتمام: ادارۃ الجالیات کی جانب سے کھیلوں کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے تا کہ ان لوگوں کو بھی دعوت دی جا سکے جو مساجد میں نہیں آتے اور نہ ہی دروس میں حاضر ہوتے ہیں۔

جیل خانہ جات میں دروس کا اہتمام: جیل میں قیدیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے دروس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

مشروع زیارتوں کا اہتمام: مدینہ جالیات سنٹر کی جانب سے حج اور عمرہ پر آنے والوں کے لیے مفت زیارات کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں مشروع زیارات کرائی جاتی ہیں۔

حج اور عمرہ پروگرام: سعودی عرب میں مقیم غیر ملکیوں کو مفت حج اور عمرہ کرایا جاتا ہے۔

مختلف انعامی مقابلوں کا انعقاد: سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکیوں کے مابین ہر زبان کے لیے علیحدہ انعامی مقابلوں کا اہتمام کر کے کتاب وسنت کی دعوت دی جاتی ہے۔

حجاج کرام کی تعلیم و تربیت: دوران حج مشاعر مقدسہ اور مکہ و مدینہ میں حجاج کرام کی تعلیم و تربیت کے لیے حرمین میں اور انکی رہائش گاہوں پر جا کر انہیں کتاب وسنت کی دعوت دی جاتی ہے، اس کے لیے مدینہ اور مکہ جالیات خصوصی انتظامات کرتی ہے، اور پورے سعودی عرب کی جالیات کے داعی و مبلغ حضرات بھی وزارت کے خرچ پر آ کر حجاج کرام کی تربیت کرتے ہیں۔

کانفرنس اور سیمنارز کا انعقاد: مختلف موضوعات اور عناوین پر سیمنار منعقد کیے جاتے ہیں، اور سالانہ کانفرنس کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔

لٹریچر کے ذریعہ دعوت کا اہتمام: ادارہ مختلف زبانوں میں اہم عناوین پر کتابچہ جات اور پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کرنے کے ساتھ آڈیو اور ویڈیو سی ڈی اور چارٹ وغیرہ کے ذریعہ کتاب وسنت کی ترویج کرتا ہے۔

موبائل فون کے ذریعہ دعوت: ادارۃ الجالیات میں موبائل کے لیے خاص شعبہ قائم ہے جس میں موبائل فون میموری کارڈ میں دروس وخطبات اور مختلف قسم کی کتب اور سوفٹ ویئر لوڈ کیے جاتے ہیں، اور موبائل میسج کے ذریعہ دعوت دی جاتی ہے۔

مریضوں کی تیمارداری ودعوت: ہاسپٹل جاکر مریض حضرات کی تیمارداری کرنے کے ساتھ انہیں اسلامی تعلیمات سے بھی روشناس کرایا جاتا ہے، خاص کر تیمّم کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔

نوجوانوں کو دعوت دینا: ادارۃ الجالیات میں نوجوانوں کو دعوت دینے کے لیے خاص قسم قائم ہے جس میں مختلف طریقوں سے نوجوانوں کو اکٹھا کرکے مثلاً شاہراہوں اور فٹ پاتھوں پر جاکر، اور کھیل کے میدانوں اور کیفے وغیرہ میں جاکر دعوت دی جاتی ہے

انٹرنیٹ کے ذریعہ دعوت: ادارۃ الجالیات کی اپنی ویب سائٹ ہے جس میں مختلف زبانوں میں کتابیں، دروس وخطبات اپ لوڈ کیے جاتے ہیں، اور خاص کر حرمین کے خطبہ جمعہ کا ترجمہ نشر ہوتا ہے، اور وٹس اپ کے ذریعہ بھی کتاب وسنت کی خالص دعوت دی جاتی ہے۔

انفرادی ملاقات ورابطہ: داعی انفرادی ملاقات ورابطہ کے ذریعہ بھی دعوت دین کا کام کرتا ہے۔

ٹیلی فونک سوال وجواب: فون کے ذریعہ لوگوں کے سولات واشکالات حل کیے جاتے ہیں۔

گھریلو ملازمین کو دعوت: گھریلو ملازمین اور پرائیویٹ ڈرائیور حضرات کو دعوت دینے کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔

اس سب کے پیچھے حکومت سعودی عرب کی دین اسلام اور کتاب وسنت سے محبت کارفرما ہے کہ کتاب و سنت کا پوری دنیا میں بول بولا ہو اور لوگ اپنے طور طریقے ترک کرکے عبادات میں طریقہ نبوی اپنائیں انہیں ہی اپنا راہبر ورہنما وپیشوا بنائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جماعت اہلِ حدیث برِصغیر اور مملکت سعودی عرب کے قدیمی روابط.....تاریخی دستاویزات کی روشنی میں

فضیلۃ الشیخ مولانا عارف جاوید محمدی، فضیلۃ الشیخ صلاح الدین مقبول

[گذشتہ دنوں محترم جناب مولانا عارف جاوید محمدی اور فضیلۃ الشیخ صلاح الدین مقبول کی ایک بے حد مفید تالیف ««أهل الحديث في شبه القارة الهندية وعلاقتهم بالمملكة العربية السعودية وغيرها من الدول العربية»» منظرِ عام پر آئی ہے، جس میں مولفین نے جماعت اہلِ حدیث ہند اور مملکت سعودی عرب کے درمیان اعتقادی وفکری ہم آہنگی کی بنیاد پر استوار قدیم تاریخی تعلقات کو مستند دستاویزات اور تاریخی حقائق کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں ہندوستان میں اہلِ حدیث کی تاریخ اور کتاب وسنت کی ترویج اور بدعات کی تردید میں ان کی جہود مبارکہ کا تذکرہ ہے۔ باب دوم میں مملکتِ سعودی عرب اور جماعت اہلِ حدیث کے قدیمی روابط کو بیان کیا ہے۔

باب سوم میں ہندوستان کے اکابر اہلِ حدیث علما میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ سے مستفید ہونے والے حرمین اور دیگر عرب ممالک کے نامور علما کا تذکرہ ہے اور باب چہارم میں برِصغیر کے اکابر علما شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، میاں نذیر حسین محدث دہلوی، علامہ حسین بن محسن یمانی، حافظ عبداللہ محدث غازی پوری، مولانا عبدالجبار عمر نوی، مولانا عبدالرحمان مبارک پوری وغیرہم اور اکابر علماے عرب کے قلمی اجازات ومکاتیب منقول ہیں۔

اس کتاب کی سب سے امتیازی علامت یہ ہے کہ اس میں بیان کردہ تمام معلومات اور حقائق کو مستند تاریخی دستاویزات اور قلمی مصورات کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے اور بعض نو آموز متحققین کی طرح تاریخی حقائق کو مسخ کر کے عرب کے ائمہ تجدید کے متعلق اپنے اکابر کے بیان کردہ موقف کو نظر انداز کرتے ہوئے ''تاریخ سازی'' کرنے کی مذموم جسارت نہیں کی گئی۔

اس مفید علمی کاوش میں ذکر کردہ حقائق اور معلومات کی اہمیت کے پیشِ نظر اردو دان حضرات کے لیے اس کے

دوسرے اور تیسرے باب کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے ان تاریخی حقائق کا مطالعہ قارئین کے لیے بے حد مفید ہوگا۔ (حافظ شاہد محمود)

ہندوستان ایک ایسی سرزمین ہے جو صدیوں سے، ظلمت و جہالت، توہم پرستی، بتوں اور قبروں کی پرستش، طبقاتی کشمکش، مذہبی منافرت اور مسلکی تعصب جیسی گمراہیوں کی وجہ سے توحیدِ خالص کی نعمت سے محروم اور ایک جان بہ لب مریض کی طرح اس جامِ شفا کی محتاج و منتظر تھی اور اب بھی ہے۔ ان جہالت زدہ حالات اور اس کثیر جہتی مگر اسلام کی روح سے نا آشنا معاشرے میں علماے اہلِ حدیث اور توحید و سنت کے متوالوں نے بڑی جگر کاوی سے توحیدِ خالص کی شمع روشن کی، اس شخصیت پرست سماج میں عقائد و عبادات، احکام و معاملات، اخلاق و آداب، سیاست و معاشرت، تجارت و معیشت اور دیگر تمام دینی و دنیوی امور میں صرف نبیِ مکرم ﷺ کی سیرت و سنت کو اپنانے کی دعوت دی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فہمِ دین کے مطابق کتاب و سنت کو سمجھنے اور اپنانے کا شعار بلند کیا۔

اس دعوت کے نتیجے میں انھیں اندرونی اور بیرونی مخالفین کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسری طرف اسی زمانے میں نجد کے بادشاہ سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمان آلِ سعود (۱۳۷۳۔۱۲۹۷ھ) سعودی سلطنت کے تیسرے مرحلے میں اپنی مملکت کی تشکیل و تاسیس میں مشغول تھے، انھوں نے اپنی مملکت کی بنیاد توحیدِ خالص اور کتاب و سنت پر رکھی۔ شرک اور بت پرستی کے تمام مظاہر کا خاتمہ کیا۔ پکی قبروں اور درگاہوں کو مسمار کیا اور بے دینی اور زندیقیت جیسے تمام اسلام مخالف افکار کی بیخ کنی کی۔ بدعات و خرافات کی حوصلہ شکنی کی، حدود اللہ کو نافذ کیا اور اسلامی نظامِ عدل نافذ کیا۔

یہ افکار اور مبادیات برِصغیر میں خالص اسلام کے علم بردار اہلِ حدیث کے اصول و مبادیات سے مکمل اتفاق رکھتے تھے، جو سرزمینِ ہند میں قبر پرستی، تقلید پسندی اور بدعات و خرافات کے خاتمے کے لیے کوشاں تھے، لہٰذا جب انھوں نے دیکھا کہ سعودی بادشاہ کے اقدامات اور افکار ان کے عقائد و خیالات سے مکمل میل کھاتے ہیں تو انھوں نے عقیدہ و منہج میں اتفاق کی بنا پر اس کی کوششوں کو سراہا،

اس کی اصلاحات کی بھرپور تائید کی اور اس وقت، جب ساری دنیا کا مفاد پرست ٹولہ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو چکا تھا، وہ اس کے ساتھ کندھے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑے ہو گئے۔

یہ تھے وہ حالات جن کی وجہ سے سعودی عرب کے فرماں روا سلطان عبدالعزیز کے ساتھ برصغیر کے اہلِ حدیث کا تعلق قائم ہوا، جو آنے والے دن کے ساتھ مضبوط سے مضبوط ہوتا چلا گیا، لیکن یاد رہے یہ تعلق کسی مادی منفعت یا دنیاوی غرض کی بنیاد پر استوار نہیں تھا، بلکہ ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ساتھ اس تعلق کی جڑیں ریاض کی فتح سے پہلے کی ہیں، جب وہ اپنے والد امیر عبدالرحمان بن فیصل (۱۲۶۸۔۱۳۴۶ھ) کے ساتھ کویت میں مقیم تھے۔

اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے کہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۲۲۰۔۱۳۲۰ھ) کے ایک شاگرد سید عبداللہ غزنوی (۱۲۳۰۔۱۲۹۷ھ) کے بارہ بیٹے تھے، جو تمام کے تمام جید علما اور مبلغین تھے، ان میں سے دو بیٹے علامہ عبدالواحد غزنوی اور علامہ عبدالرحیم غزنوی تجارت پیشہ تھے اور اس سلسلے میں وہ مختلف ممالک کا سفر کیا کرتے تھے، اسی غرض سے وہ ایک مرتبہ کویت گئے تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کی امیر عبدالعزیز اور ان کے والد امیر عبدالرحمان فیصل سے ملاقات ہو گئی۔ یہ دونوں شہزادے ان دونوں اہلِ حدیث علما کے علم و اخلاق سے اتنا متاثر ہوئے کہ انھوں نے باقاعدہ ان سے علمی استفادہ کیا اور ان کے درمیان عقیدہ و منہج میں اتحاد و یگانگت کی اساس پر خلوص اور محبت بھرا تعلق قائم ہو گیا۔

بعد ازاں جب سلطان عبدالعزیز نے نجد کے دارالحکومت ریاض کو فتح کر لیا تو ان دونوں علما کو ریاض آنے کی دعوت دی، انھوں نے یہ دعوت قبول کر لی اور پانچ سال تک نجد میں قیام کیا۔ اس دوران میں آلِ سعود کی کئی مقتدر شخصیات اور نجد کے لوگوں نے ان سے علمی فیض حاصل کیا۔

جب سلطان عبدالعزیز نے حجاز بھی فتح کر لیا تو 1926ء میں حرمین شریفین کے حوالے سے انھوں نے ایک کانفرنس بلائی اور اس کی دعوت پر درج ذیل اہلِ حدیث علما نے اس میں شرکت کی:

1. سید عبدالواحد غزنوی (1930ء)

2. سید اسماعیل بن عبدالواحد غزنوی (1960ء)
3. سید داود بن عبدالجبار غزنوی (1963ء)
4. مولانا عبدالقادر قصوری (1942ء)
5. مولانا ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری (1948ء)
6. حافظ حمید اللہ دہلوی (1950ء)

ان حضرات کے علاوہ کئی دیگر علماے اہلِ حدیث بھی سلطان عبدالعزیز کی دعوت پر اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔

سلطان عبدالعزیز نے حجاز میں جو اصلاحات اور تبدیلیاں کی، قبروں پر بنے ہوئے گنبد مسمار کیے اور ان تمام اسلام مخالف چیزوں کو مٹا دیا جو اسلام، اہلِ اسلام اور بالخصوص حجاج کے مفاد میں تھے تو ان علماے اہلِ حدیث نے بادشاہ کے اقدامات کی بھرپور تائید کی اور کانفرنس میں شریک دیگر وفود کی شدید مخالفت کی قطعاً پروانہ کی، بلکہ انھوں نے ان اصلاحات کی موافقت کی اور اس کی حمایت کے لیے اپنے تمام ابلاغی وسائل مخصوص کر دیے، بدعتیوں اور مفاد پرستوں کی طرف سے لگائے گئے الزامات کی تردید کی اور ان کا منہ توڑ جواب دیا۔

بادشاہِ نجد ان اصلاحات کے بارے میں اہلِ حدیث کے دوٹوک تائیدی موقف سے بہت متاثر ہوا، جو وفد کے ساتھ اس کے حسنِ سلوک اور پرجوش رویے سے بالکل واضح تھا۔

سلطان عبدالعزیز نے جب مولانا عبدالقادر قصوری سے، جو بڑے پروقار اور حق گو عالم باعمل تھے، مشورہ طلب کیا تو انھوں نے بادشاہت، رعیت اور حرمین وشریفین کے انتظام کے حوالے سے ایسے عمدہ مشورے دیے کہ بادشاہ ان کی دانائی اور حق گوئی سے بڑا متاثر ہوا اور اس نے ان کو بطورِ مشیر اور مبلغ مملکت میں قیام کی دعوت دی یا بصورتِ دیگر وہ اپنے بیٹوں مولانا محی الدین اور محمد علی میں سے کسی کو وہاں چھوڑ دیں، لیکن انھوں نے اپنے زہد وتقوی کی بنا پر امورِ مملکت میں دخل اندازی سے پرہیز کرنا ہی بہتر سمجھا اور یہ جواب دے کر معذرت کر لی کہ ہندوستان کو ہماری زیادہ ضرورت ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی تعداد دیگر تمام ممالک سے زیادہ تھی، اسی طرح اس زمانے میں ہندوستانی حاجیوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں تھی، لہٰذا اس پہلو کو مدِنظر رکھ کر سلطان عبدالعزیز نے مولانا اسماعیل بن عبدالواحد غزنوی کو 1927ء میں ہندوستانی حاجیوں کے لیے سعودیہ کا مندوب مقرر کر دیا۔ وہ تیس سال تک اس منصب پر فائز رہے اور ہر سال حج کرتے تھے، تا آنکہ 1960ء میں ان کا پیغامِ اجل آ گیا۔

سلفیانِ برصغیر کے جزیرہ عرب کے حکمران اور اس کو وحدت کی لڑی میں پرونے والے بادشاہ سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمان فیصل کے ساتھ تعلقات کے نمایاں خدوخال کچھ یوں تھے:

1. جب بادشاہ کی دوسروں نے مخالفت کی تو انھوں نے اس کی بھرپور تائید کی۔
2. دونوں اطراف کے مفادات میں جانبین (ملک عبدالعزیز اور اہلِ حدیث علما) میں خطوط ورسائل کا تبادلہ ہوا۔
3. جماعت اہلِ حدیث کے بعض سرکردہ افراد کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تو بادشاہ نے شخصی مداخلت کر کے ان کے درمیان صلح کے لیے پل کا کردار ادا کیا۔
4. بلادِ حرمین میں فلاحی اور دعوتی منصوبوں کا آغاز کیا اور اس میں مقدور بھر معاونت کی۔

علمائے اہلِ حدیث کی بانیِ مملکت سے روابط کی اساس اور تعلقات کی نوعیت:

برصغیر کے علمائے اہلِ حدیث کے جدید سعودی مملکت کے بانی اور فرماں روا سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمان الفیصل کے ساتھ تعلقات کی بنا اس وقت پڑی جب وہ اپنے والد کے ساتھ کویت میں جلا وطنی کی زندگی گزار رہے تھے اور مملکت کا قیام غیر یقینی تھا، ان روابط کی بنیاد اور مطمحِ نظر کسی مادی یا سیاسی مفاد کا حصول نہیں تھا، بلکہ یہ خالص دینی اور علمی جذبے کے تحت قائم ہوئے۔ عقیدہ ومنہج میں کامل یگانگت کے ساتھ ساتھ توحیدِ خالص کی دعوت، بدعات وخرافات کا خاتمہ اور صرف قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی اسلام کی ترویج واشاعت فریقین کا مقصدِ حیات اور نقطۂ اتصال تھا۔

چنانچہ اہلِ حدیث نے برصغیر میں مملکت کے دفاع کا میدان سنبھال لیا اور قبر پرستوں، انگریز

کے پٹھوؤں اور خانقاہی نظام کے علم بردار اصحابِ جبہ و دستار کی طرف سے پھیلائی جانے والی شر انگیزیوں کا مدلل جواب دیا۔ سلطان عبدالعزیز نے مملکت میں جن مذہبی اصلاحات کا آغاز کیا تھا، اس کی تائید میں اپنے ابلاغی وسائل کو وقف کر دیا اور بدعتیوں کی طرف سے لکھے جانے والے رسائل کے جواب لکھے۔

شر پسند عناصر نے مشہور کر دیا کہ سعودی فرماں روا نے نبیِ محترم ﷺ کی قبر مبارک پر بنے ہوئے گنبد کو گرا دیا ہے تو معاملے کی تحقیق کے لیے بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان اور مورخِ اسلام مولانا غلام رسول مہر نے مدینہ طیبہ کا سفر کیا، تاکہ صورتِ حال کا قریب سے جائزہ لیں اور ان عناصر کا منہ بند کریں۔ انھوں نے بادشاہ کی تائید اور اس کے دفاع میں کئی قصائد لکھے۔ ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

داخل ہوا مدینے میں آج ابن سعود — پھر جوش پر ہے رحمت رب ودود آج
توحید کا عرب میں علم سر بلند ہے — قائم ہوئی ہیں شرع نبی کی حدود آج
اس جھوٹ پر کہ گنبد خضریٰ ہوا شہید — سلطان نے بکھیر دیا تار و پود آج

مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی میدان میں اترے، انھوں نے مملکت اور اس کے فرماں روا کا بھرپور دفاع کیا۔ مولانا امرتسری مرحوم نے اپنے اخبار اہلِ حدیث کے صفحات کو سلطنتِ توحید کے دفاع کے لیے وقف کر دیا، انھوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اس موضوع پر کئی مستقل رسائل تالیف کیے جو درج ذیل ہیں:

① وہابی تحریک پر ایک نظر۔
② مسئلہ حجاز پر ایک نظر۔
③ تحفہ نجدیہ۔
④ سلطان عبدالعزیز کے بارے میں علی برادران کا موقف۔

سید داود غزنوی کا بھی سعودی عرب میں دعوتِ توحید کی تائید و نصرت کے حوالے سے ایک

بڑا مضبوط موقف تھا، انھوں نے اپنے رسالے ''توحید'' میں اس کی بھرپور تائید کی اور ''تحفہ نجد'' کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا، جس میں لکھا کہ ''سلطان عبدالعزیز نے حجاز میں جو اصلاحات کی ہیں، ان کی ماضی قریب میں کوئی مثال نہیں ملتی۔''

دوسری طرف علماے اہلِ حدیث نے مملکت کے روحانی بانی شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات کو، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج کے مطابق خالص اسلام پر مبنی ہیں، عام کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ان کی کتابوں کے تراجم کا سلسلہ شروع کیا۔

''کتاب التوحید'' شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی ایک گراں مایہ تصنیف ہے، جس میں انھوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح عقیدہ توحید کا تصور پیش کیا اور بڑے مدلل انداز میں عقیدے کے مسائل پر بحث کی، اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر مشہور اہلِ حدیث عالم، مورخ اور اردو زبان کے نامور ادیب مولانا عبدالحلیم شرر نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا، پھر اس کے بعد اس کا دوسرا ترجمہ بھی مشہور اہلِ حدیث عالم اور عربی زبان کے شاہسوار مولانا محمد سورتی کے حصے میں آیا۔

علامہ بشیر احمد سہسوانی رحمہ اللہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت پر الزام تراشوں اور بدعتیوں کی طرف سے لگائے گئے الزامات کا مسکت اور علمی جواب دیا اور اپنی کتاب "صیانة الإنسان عن وسوسة الشیخ دحلان" لکھی۔

اسی طرح علامہ مسعود احمد ندوی رحمہ اللہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں "محمد بن عبدالوهاب مصلح مظلوم مفتری علیه" کے نام سے ایک بڑی عمدہ کتاب لکھی، جو اردو میں ''محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم مصلح'' کے نام سے چھپی۔

سیرتِ نبوی کی مشہور کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کے مصنف شہیر قاضی محمد سلیمان منصور پوری 1930ء میں حجِ بیت اللہ کے لیے گئے تو ان کی ملاقات سلطان ابن سعود سے ہوئی۔ سلطان نے قاضی صاحب سے تاریخ نجد لکھنے کے متعلق کہا اور اس موضوع سے متعلق بعض کتابیں بھی عنایت کیں، لیکن واپسی پر جہاز ہی میں 30 مئی 1930ء کو قاضی صاحب انتقال کر گئے اور سلطان کے

فرمان پر عمل نہ ہو سکا۔

تیسری جانب برصغیر کے مسلمانوں اور علماے اہلِ حدیث نے اس نوزائیدہ اسلامی ریاست کی ہر ممکن مالی مدد بھی کی۔ مکہ مکرمہ میں میٹھے پانی کے کنویں کھدوانے کے لیے، علمِ حدیث کی اشاعت کے لیے، مدارس کی تعمیر کے لیے اور دیگر کئی اہم ضروریات کے لیے سیم و زر اکٹھا کر کے سلطان عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کیا، جس کو انھوں نے شکریے کے ساتھ قبول کیا۔ اس طرح ان جاں نثارانِ توحید کے لیے جو کچھ ہو سکا، انھوں نے اس سلطنت کے لیے کیا اور اخلاص کے ساتھ دامے درمے قدمے سخنے اس مملکتِ توحید کے ساتھ تعاون کیا، جس کی وجہ سے شاہی خاندان کے افراد برصغیر کے علماے اہلِ حدیث کو ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں اور وہ ان کے ممنون رہے ہیں۔

یہ تعلقات علمی نوعیت کے بھی تھے، معاشرتی نوعیت کے بھی اور تجارتی نوعیت کے بھی۔ حجاز اور نجد کے علما علمِ حدیث کی طلب کے لیے ہندوستان میں مدارسِ اہلِ حدیث کا رخ کرتے رہے اور وہاں کے محدثین سے حدیث پڑھنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے، اسی طرح علماے اہلِ حدیث بھی ان عرب علما سے استفادہ کرتے رہے، علما کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا، علمی تبادلے کی فضا قائم ہوئی، برصغیر کے چھاپہ خانوں میں ائمہ دعوت اور نجدی علما کی کئی کتابیں چھپیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے علمی ورثے سے دونوں اطراف کو گہرا تعلقِ خاطر تھا۔ علماے ہند اور علماے نجد نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے رسائل اور کتابوں سے بھرپور استفادہ کیا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، جو برصغیر میں تحریکِ عمل بالحدیث اور اشاعتِ سنت کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ علمی نسبت قائم کرنا ہر کوئی اپنے لیے باعثِ صد افتخار سمجھتا ہے، وہ بھی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

یہاں ان برادرانہ اور علمی و اسلامی تعلقات، روابط، مراسلات اور ملاقاتوں کے دستاویزی ثبوت فراہم کیے جاتے ہیں، جو ہندوستان کے سرکردہ علماے اہلِ حدیث اور مملکت سعودی عرب کے راہنماؤں، علما اور شاہی خاندان کے درمیان استوار ہوئے اور وہ برصغیر کے اہلِ حدیث اخبار و جرائد

میں محفوظ ہیں۔

فریقین میں خطوط ومکاتیب کا تبادلہ:

ذیل میں ہم بعض وہ خطوط اور مکاتیب ذکر کرتے ہیں، جو بعض اہم مواقع پر فریقین کی طرف سے ایک دوسرے کو لکھے گئے:

① مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے فتح مکہ کے موقع پر ملک عبدالعزیز کو مبارک بادی پیغام دیتے ہوئے لکھا:

"خير مقدم لعساكر السلطان ابن السلطان الأمير عبد العزيز ابن السعود أمير النجدية. زاد الله مجده ونصر عسكره.

نحييكم أيها السادة العظام والخدام لدين الله الإسلام بخير مقدم علىٰ دخولكم مكة المعظمة بلد الله الحرام. زادها الله عزاً وشرفاً ما دام الملوان. اللهم انصر عساكر الموحدين علىٰ سائر المشركين وأعداء الدين. آمين يا مجيب الداعين"

(ہفت روزہ "اہلِ حدیث" امرتسر 24 اکتوبر 1924ء)

یعنی سلطان کی افواج کا خیر مقدم، ہم خدامِ دین اور عظیم الشان قیادت کو مکہ مکرمہ داخل ہونے پر مبارک باد دیتے ہیں۔ اے اللہ! موحدین کے لشکر کو تمام مشرکوں اور دشمنانِ دین پر فتح نصیب فرما۔

اسی مناسبت سے مولانا اعجاز احمد سہسوانی نے عربی زبان میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی لکھا، جو پندرہ روزہ "اخبارِ محمدی" دہلی (1 اکتوبر 1929ء) میں اشاعت پذیر ہوا۔ نیز برِصغیر کے اہلِ حدیث کے رسائل و جرائد میں مملکت سعودی عرب کے احوال وحوادث موقع بہ موقع شائع ہوتے اور ہندوستان کے عوام کو وہاں کے حالات سے مطلع کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے، اس کے ساتھ ساتھ ہندی عوام یا زعما میں مملکتِ سعودی عرب کے متعلق جو غلط فہمی پیدا ہوتی، اس کا بھی بخوبی ازالہ کرتے۔

ایک مرتبہ ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ پر طوافِ کعبہ کے دوران میں قاتلانہ حملہ ہوا، جس میں وہ

محفوظ رہے تو اہلِ حدیث اخبارات نے اس سازش اور اس کے پسِ پردہ محرکات سے عوام الناس کو آگاہ کیا اور زعمائے اہلِ حدیث کی طرف سے ملک عبدالعزیز کے نام خیر سگالی پر مبنی کئی خطوط اور مکاتیب لکھے گئے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر: 1 مارچ، 3 مئی، 1935ء)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کے نام اپنے ایک خط میں ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بسم الله الرحمان الرحيم

من عبد العزيز بن عبد الرحمان آل فيصل إلىٰ جناب المكرم الأفخم الشيخ أبى الوفاء ثناء الله. سلمه الله تعالىٰ. سلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

مع السئول عن أحوالكم، أحوالنا من فضل الله جميلة، ثم كتابكم المؤرخ ١٨ شوال ١٣٤٥ هـ وصل، وما ذكرتم كان عندنا معلوم أخبار طرفكم أحسنتم الإفادة، واخبار طرفنا من فضل الله علىٰ غاية ما يرام، وما ذكرتم من قبل اجتهادكم وتبينكم للحق في موسم الحج العام الماضي فهذا شيئ لا ننكره، ولا ينكره أحد من المسلمين، ولا شك أن مقامكم عندنا عزيز..... وأن اجتهادكم عظيم في الحجاز ..... ونرجو الله أن يوفقنا وإياكم لما فيه الخير. هذا ما عندي والسلام.

(مہر سلطانی)

١٠ ذو القعدة ١٣٤٥ هـ

(ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر 15 جولائی 1927ء)

یعنی ہم خیریت سے ہیں اور آپ کی خیریت مطلوب ہے۔ ۱۸ شوال ۱۳۴۵ھ کو آپ کا لکھا ہوا نامہ ہمیں موصول ہوا۔ آپ نے بڑے اچھے طریقے سے وہاں کے احوال لکھے ہیں اور یہاں بھی ہر

طرف چین ہی چین ہے۔آپ نے گذشتہ سال موسمِ حج میں اپنی جس محنت اور اظہارِ حق کا ذکر کیا ہے، بلاشبہہ اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ہماری نگاہ میں آپ کی بڑی قدر ہے اور یقیناً۔حجاز کے بارے میں آپ کی محنت بڑی گراں قدر ہے۔اللہ ہم سب کو بھلائی کی توفیق دے۔

②ذیل میں ہم مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کا اپنے ایک مخلص دوست میاں عبداللہ ٹھیکیدار (گوندلانوالہ) کے نام ایک خط ذکر کرتے ہیں جس میں مولانا غزنوی مرحوم اور ملک عبدالعزیز کے درمیان باہمی ربط وتعلق کی گہرائی اور گیرائی کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بھائی صاحب! اللہ عزوجل اپنی ہی عزت کی برکات کے ساتھ تم کو اور ہم کو اور تمام مسلمانوں کو عزتِ دارین مرحمت فرما کر توفیقِ مرضیات عنایت کردے۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھ کو تمھاری باتوں کی خبر نہیں۔خبر ہوتی تو اس (اسماعیل غزنوی) کو تاکید کرتا۔حرمین شریفین میں (شرفھما اللہ و کرمھما) آپ جیسے کارکن اور مخلصین کی ضرورت شدید ہے۔آگے تم استخارے کرتے جاؤ، وہ نہ بھیجے تو میں بھیجنے کے لیے ان شاء اللہ موجود ہوں۔میں سلطان صاحب (ملک عبدالعزیز) کو لکھا کرتا ہوں اور وہ جواب دیا کرتے ہیں۔ چند اشخاص بھیج چکا ہوں اور وہ وہاں کام کر رہے ہیں۔اب کی دفعہ سلطان صاحب (أیدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس) نے میری نسبت چند موقعوں پر فرمایا کہ وہ تو میرے والد ہیں۔کل بھی آپ (ملک عبدالعزیز) کا ایک خط آیا کہ میں آپ لوگوں سے بہت خوش ہوں۔میری دانست میں تم عبدالغفار خان کو بھی ہمراہ لے جاؤ۔ھذا والسلام.

دعا گو

عبدالواحد۔عفا اللہ عنہ

③محدث العصر حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کے نام ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنے ایک خط میں تحریر کرتے

هيں:

المملكة العربية السعودية، ديوان جلالة الملك.

الرقم: ١٥٦/١/٧٥.

التاريخ: ١٣٥٤/١٢/٢٠هـ

من عبدالعزيز بن عبدالرحمٰن الفيصل إلى جناب المكرم أبي أحمد عبد الله الأمرتسري، مدير جريدة "تنظيم أهل الحديث" سلمه الله.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

مع الاستفسار عن صحتكم، دمتم بأسر الأحوال، وغنى من فضل الله بأتم الصحة والعافية.

ولقد وصل إلينا كتابكم المؤرخ في ١٠ شوال ١٣٥٤هـ وأحطنا علما بما ذكرتم به عن إخلاصكم ومحبتكم لنا، وهذا مما لا يستكثر من أمثالكم المخلصين. بارك الله فيكم.

ومن قبل مسائل الشركة واختلاف الناس فيها، اعلم أخي أن الناس لم يكن لهم إلا هواهم، ونحن قد بينا الذي عندنا من قبل ذلك لإخوانكم، ولم نقصد بذلك إلا ما فيه الخير للبلاد المقدسة. وأما دخول الإنجليز في بلادنا ومسائلنا معهم فنسأل الله أن يكفيناهم وغيرهم ممن يريد بالمسلمين شرا، وهو السميع العليم.

ولكن هنا أمر واحد أخبركم بهما لتكونوا على معلومية منهما بصفة أخبار (مسلم عربي).

أولاً: والله ما أعلم أن الإنجليز تداخلوا في بلادنا، لا بكثير ولا بقليل، ولا يمكن أننا نرضىٰ بذلك.

الثاني: أنهم لو أرادوا- هم أو غيرهم- التدخل ببعض المسائل، فالمسلمون

مستعدون لأن يدافعوا عن ذلك بآخر قطرة من دمهم. أما كلام الناس فالإنسان الذي يقصد نصرة الحق ويريد نفعة الديار المقدسة ونفعة المسلمين فجزاه الله خيراً، وقد أخبرنا الوفد بما يلزم عن ذلك.

وأما من يقصد التشتت والنفاق فنقول: سيكفيكهم الله وهو السميع العليم، هذا ما أحببنا إيضاحه لكم.

ونسأل الله أن يوفقنا وإياكم لما فيه الخير والصلاح للإسلام والمسلمين. والله يحفظكم. والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

عبد العزيز بن عبد الرحمان

یعنی ۱۰ شوال ۱۳۵۴ھ کو آپ کا لکھا ہوا خط ہم تک پہنچا اور آپ نے اس میں ہمارے لیے جس اخلاص اور محبت کا ذکر کیا ہے، ہم اس کے لیے آپ کے ممنون ہیں۔ جہاں تک تیل کی کمپنیوں کے معاملات اور اختلافات ہیں تو لوگوں کے اپنے اپنے مفادات ہوتے ہیں اور ہم نے اپنا موقف پہلے بیان کر دیا ہے، جو سراسر بلادِ مقدسہ کی بھلائی اور بہتری میں ہے۔

رہی یہ بات کہ انگریز ہمارے ملک میں آ رہے ہیں اور ہمارے ان کے ساتھ معاملات چل رہے ہیں تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ یہاں ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے ملکی امور میں انگریزوں کی کوئی چھوٹی بڑی مداخلت نہیں اور نہ ہم یہ پسند ہی کرتے ہیں۔ اگر وہ یا کوئی دوسرا کسی معاملے میں مداخلت کی کوشش کرے تو اہلِ اسلام اپنے دفاع کے لیے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لیے تیار ہوں گے۔ لوگوں کی باتیں اگر حق کی نصرت، دیارِ مقدسہ اور اہلِ اسلام کی تائید اور فائدے میں ہوں تو اللہ ان کو جزا دے اور اگر افراتفری، افتراق اور منافقت کے لیے ہوں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بچائے گا۔ ہم یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے خیر کا باعث بنائے۔ والسلام

علاوہ ازیں دیگر کئی علمائے اہلِ حدیث اور ملک عبدالعزیز کے درمیان خطوط و مکاتیب کا تبادلہ ہوا جو اصل کتاب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم ایک اہم خط درج کرتے ہیں جو ملک عبدالعزیز نے ہندوستان کی جماعت اہلِ حدیث کے نام لکھا اور ان کو پند و نصیحت سے نوازا۔ یہ خط ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر (18 دسمبر 1931ء) میں اشاعت پذیر ہوا اور ساتھ اس کا ترجمہ بھی درج کیا گیا تھا۔ ذیل میں ہم صرف اس اہم مکتوب کا ترجمہ ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ شائقین عربی خط اصل کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں:

بسم اللہ الرحمان الرحیم

عبدالعزیز ابن سعود کی طرف سے سب اہلِ حدیث برادران کو السلام علیکم۔ سلام کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں اور خیر البشر پر درود پڑھتا ہوں، آپ (برادرانِ اہلِ حدیث) جانتے ہیں کہ سچ اور صبر کی وصیت کرنی مومنوں کے خصائص سے ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تعریف میں کہا ہے کہ وہ آپس میں رحیم ہوتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ تمام اطرافِ ملک میں توحید شائع کرنے میں آپ لوگ جمع ہوں۔ یہی بات ہے جس نے ہمیں یہ خط لکھنے پر آمادہ کیا ہے اور ہمیں سخت رنج ہوتا ہے کہ ہم آپ کی جماعت میں ضعف دیکھتے ہیں، جیسا کہ ہمیں آپ کی کسی قسم کی مصیبت پر رنج ہوتا ہے۔

ہم نے احوال اور اخبار سے معلوم کیا ہے کہ غیر اہلِ حدیث فرقوں نے اپنا نظام قائم کر رکھا ہے اور آپ (اہلِ حدیث) اپنی جماعت کو یک جا کرنے سے غافل ہیں۔ اسی لیے میں (ابن سعود) آپ کو تنظیمِ جماعت کے لیے کہتا ہوں اور آپ کے اصحاب الرائے کو تنظیمِ جماعت اور اشاعتِ توحید کے لیے لکھتا ہوں۔ اس میں خدا آپ کو بڑا اجر دے گا۔ دوسرے لوگوں کا اجتماع اور آپ لوگوں کا افتراق آپ کے لیے موجبِ ضعف ہے اور جماعت کو رتبہ عالیہ سے گرانے کا سبب ہے۔ یہ (گراوٹ) ہم دیکھنا نہیں چاہتے۔ خدا

سے آپ لوگوں کے لیے ہر کام میں توفیقِ خیر مانگتے ہیں، جس سے اسلام کی شان بلند ہو اور مولا کریم راضی ہو۔

(مہرِ سلطانی)

۴ رجب ۱۳۵۰ھ

مندرجہ بالا بعض خطوط اور اصل کتاب میں مذکور دیگر مکاتیب سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مملکتِ سعودی عرب کے حکمران ملک عبدالعزیز اور علماے حدیث ہند کے درمیان عقیدہ وفکر کی ہم آہنگی کی بنیاد پر قائم یہ تعلقات کس قدر گہرے اور مضبوط تھے اور دونوں کے باہم روابط کس قدر پائیدار تھے۔

مملکتِ نوزائیدہ کی مالی امداد:

تعاون علی الخیر کے مخلصانہ ارادے سے علماے حدیث ہند نے مقدور بھر مختلف مواقع پر مملکتِ سعودی عرب کی بھرپور مدد کی اور اپنی استطاعت کے مطابق دامے درمے قدمے سخنے تبرعات روانہ کیے:

غلافِ کعبہ کی تیاری:

خانہ کعبہ کا غلاف ہر سال مصر سے آیا کرتا تھا، لیکن جب ملک عبدالعزیز نے مکہ فتح کیا تو مصری حکومت نے سیاسی عداوت کی بنا پر 1928ء میں غلافِ کعبہ بھیجنے سے انکار کر دیا، تب ملک عبدالعزیز کے کہنے پر مولانا اسماعیل غزنوی اور مولانا داود غزنوی نے اپنی نگرانی میں خانہ کعبہ کا غلاف تیار کر کے مکہ بھیجا۔ ان تجربات کی بنا پر اسی زمانے میں مکہ مکرمہ کے اندر ایک "دارُالکِسوۃ" قائم کر دیا گیا تھا، تاکہ مصر سے آئے دن غلاف نہ آنے کی مصیبت کا مستقل علاج کر دیا جائے۔ اس کارخانے میں مولانا اسماعیل غزنوی مرحوم کی مدد سے ہندوستان کے بہت سارے کاریگر فراہم کیے گئے تھے۔ کچھ مدت تک وہیں غلاف تیار کیا جاتا رہا، پھر سعودی حکومت اور مصر کے تعلقات درست ہو گئے اور وہاں سے غلاف کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

نظامِ آب رسانی میں تعاون:

مولانا عبدالغفور رمضان پوری جب ۱۳۲۳ ہجری میں حج پر گئے تو وہاں بلادِ حرمین میں انھیں اور دیگر حجاج کو ضروریات کے لیے پانی کے حصول میں بڑی مشقت کا سامنا کرنا پڑا، اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے انھوں نے اور ان کے ایک عزیز نے ماہِ شوال ۱۳۴۵ ہجری میں ملک عبدالعزیز کو ایک ہزار پچیس روپے بھیجے، تاکہ یہ روپے حجاج کو پانی کی فراہمی کے انتظام میں خرچ کیے جاسکیں۔ جب یہ مبلغ سلطان عبدالعزیز کو موصول ہوا تو انھوں نے مولانا عبدالغفور رمضان پوری کو شکریے کا جوابی خط لکھا جو درج ذیل ہے:

المملكة الحجازية والنجدية وملحقاتها

ديوان جلالة الملك

في ٢٥ ذى الحجة سنة ١٣٤٥هـ

من عبدالعزيز بن عبد الرحمٰن الفيصل آل سعود إلى حضرة المكرمين محمد عبد الغفور الرمضان فوري. السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

أما بعد! فنعلمكم بوصول ما تبرعتم به أنتم وبعض أصدقائكم وأقربائكم علىٰ يد الشيخ يوسف حسن خان، وقيمته ألف وخمس و عشرون ربية، جاء ت بها أنفسكم لأجل إنفاقها علىٰ حفر بئرٍ في عرفات أو منىٰ، وحيث أن مشاغلنا كثيرة، ولا قدرة لنا علىٰ القيام بأعمال الصدقة الجمة فقد عهدنا إلىٰ حضرة الفاضلين الشيخ عبد الله و عبيد الله الدهلوي الذين هما موضوع ثقتنا في أن يتفقوا مع الشيخ حسن خان علىٰ طريقة البر، تنفق الأموال عليها فقر قرارهم علىٰ إصلاح بئرٍ مطمورة في عرفات بذلك المال، وقصدنا إفادتكم بذلك، واقبلوا فائق التحية"

(مهر سلطاني)

(ہفت روزہ ''اہلِ حدیث امرتسر 19 اگست 1927ء)

یعنی ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نے اور آپ کے دوستوں اور اقربا نے مولانا محمد یوسف حسن خان کے ہاتھ جو ایک ہزار پچیس روپے کی رقم عرفات یا منیٰ میں کنواں کھدوانے کے لیے بھیجی تھی، وہ ہم تک پہنچ چکی ہے۔ ہم نے امورِ سلطنت میں مشغولیت کی بنا پر اپنے قابلِ اعتماد دوستوں مولانا عبداللہ اور عبیداللہ دہلوی کی ذمے داری لگادی ہے کہ وہ مولانا یوسف حسن خان کے ساتھ مل کر اس رقم کو اس کے صحیح مصرف میں خرچ کر دیں۔ ان دونوں حضرات نے اسے عرفات میں ایک بند کنویں کی اصلاح کے لیے خرچ کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ آپ کی اطلاع کے لیے یہ خط لکھا جا رہا ہے۔ والسلام

نہرِ زبیدہ کی اصلاح میں امداد:

مکہ مکرمہ میں حجاج وغیرہ کے لیے نہرِ زبیدہ آب رسانی کا ایک بہترین ذریعہ تھا، لیکن مرورِ زمانہ سے اس کی حالت خراب ہوگئی تو دیگر لوگوں کی طرح برصغیر کے علما اور عوام نے بھی حتی المقدور اس میں تعاون کیا۔ مولانا حسام الدین بٹالوی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حرمِ مکہ میں حافظ عبداللہ روپڑی کو دیکھا کہ وہ درسِ قرآن دے رہے ہیں۔ درس کے بعد انھوں نے نہرِ زبیدہ کے لیے لوگوں کو چندہ دینے کی ترغیب دی تو وہیں ایک مجلس میں دوسو پچھتر روپے اکٹھے ہوئے جو بعد ازاں حکومت کے سپرد کر دیے گئے۔ (ہفت روزہ ''تنظیم اہلِ حدیث'' روپڑ 15، 22 اکتوبر 1927ء)

علاوہ ازیں ہندوستان سے کئی دیگر حضرات نے بھی اس نہر کی اصلاح اور تعمیر و مرمت کے لیے مالی امداد کی۔

غذائی مواد کی دو کشتیاں:

جدہ میں جب ملک عبدالعزیز کی حکومت قائم ہوئی تو ہندوستان سے دہلی، امرتسر اور ملتان وغیرہ کے تیس چالیس علما کھانے پینے کی مختلف اشیا دو کشتیوں میں لے کر جدہ پہنچے، تاکہ اس مملکتِ نوزائیدہ اور وہاں کی عوام سے خیر سگالی کا مظاہرہ ہو اور مقدور بھر ان کی مشکلات کو کم کیا جا سکے۔ چنانچہ

جب علماے ہند جدہ کی بندرگاہ پر اترے تو ملک عبدالعزیز کے حکم سے ان کے بھائی عبداللہ فیصل نے ان کا استقبال واکرام کیا۔ پھر ان علماے دین کی ملک عبدالعزیز سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بھی بھرپور طریقے سے ان کا استقبال کیا۔ بعدازاں ان سب علما نے ملک عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (ماہنامہ ''البلاغ'' مارچ 1996ء)

حرمین میں دارالحدیث کا قیام:

حرمین میں طلباے علم کے لیے اہلِ حدیث علما اور عوام کے تعاون سے ''دارالحدیث'' کا قیام عمل میں آیا، جس کے لیے ہندوستان کے علماے حدیث نے مسلسل مالی تعاون فراہم کیا اور اپنے رسائل و جرائد میں اس کی امداد کے لیے بھرپور آواز اٹھائی۔ چنانچہ ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر اور ''تنظیم اہلِ حدیث'' روپڑ میں مسلسل چندہ جمع کرنے کی اپیل ہوتی اور پھر روپے جمع کر کے انھیں محفوظ طریقے سے مکہ اور مدینہ بھیج دیا جاتا۔

نجد وحجاز وغیرہ کے علما، جنھوں نے علماے اہلِ حدیث سے علمِ حدیث حاصل کیا

سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے نجدی شاگرد

① علامہ اسحاق بن عبدالرحمان بن حسن بن شیخ محمد بن عبدالوہاب (۱۲۷۶-۱۳۱۹ھ)

انھوں نے نجد کے دارالحکومت ریاض پر ۱۳۰۹ھ میں آلِ رشید کے قبضے کے دنوں میں ہندوستان کی طرف رختِ سفر باندھا۔ محدثِ ہند علامہ سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے اور ان سے روایتِ حدیث کی اجازت لی، پھر بھوپال تشریف لے گئے اور وہاں شیخ حسین بن محسن انصاری اور علامہ سلامت اللہ جیراج پوری سے علمِ حدیث حاصل کیا اور روایتِ حدیث کی اجازت لی، وہیں علامہ بشیر احمد سہسوانی رحمہ اللہ سے بھی اکتساب کیا۔

اس کے بعد ریاض لوٹ آئے اور تدریس وافتا میں مشغول ہو گئے، ان کے شاگردوں میں شیخ ابراہیم بن عبداللطیف آلِ شیخ، شیخ عبداللہ بن عنقری، شیخ عبدالعزیز بن عتیق اور شیخ فوزان بن عبداللہ جیسے نامور علما اور مشائخ کا شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے کئی مفید کتابیں بھی لکھیں۔ ۲۹ رجب ۱۳۱۹ھ کو ریاض میں ان کا انتقال ہوا۔

② شیخ سعد بن علامہ حمد بن عتیق (۱۲۷۹۔۱۳۴۹ھ)

انھوں نے ابتدائی علم اپنے والدِ محترم سے حاصل کیا، پھر ہندوستان تشریف لے گئے اور وہاں علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ، علامہ نواب صدیق حسن خان قنوجی، مولانا شریف حسین بن سید نذیر حسین، علامہ بشیر احمد سہسوانی، مولانا سلامت اللہ اور شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی رحمہم اللہ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔

یہ تمام ہندوستان کے نامور اور بلند پایہ علما تھے، انھوں نے نو سال ان کی خدمت میں گزارے اور ان سے علمی استفادہ کیا اور اجازتِ روایت حاصل کی۔ جب علم حاصل کر کے واپس گئے تو امام عبداللہ فیصل آلِ سعود نے ان کو افلاج کا قاضی بنا دیا، پھر سلطان عبدالعزیز نے ان کو ریاض کی قریبی تمام بستیوں کا قاضی مقرر کیا اور ریاض کی سب سے بڑی مسجد کا امام بھی متعین کیا۔

انھوں نے اپنی ساری زندگی دینی علوم کی اشاعت کے لیے وقف کر دی اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے ساتھ ہی کئی عمدہ کتابیں بھی تالیف کیں۔ ۱۳۴۹ھ میں ریاض میں ان کی وفات ہوئی۔

③ علامہ عبدالعزیز بن علامہ حمد بن علی بن عتیق (۱۲۷۷۔۱۳۵۹ھ)

یہ ایک علمی اور دینی گھرانے میں پیدا ہوئے، انھوں نے ابتدائی علوم اپنے والدِ محترم سے حاصل کیے، پھر ریاض چلے گئے اور وہاں کے نامور علما سے کسبِ فیض کیا، بعد ازاں ہندوستان تشریف لے گئے اور علمِ حدیث حاصل کیا، انھوں نے اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے بھی روایتِ حدیث کی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ شب زندہ دار، عبادت گزار اور کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت

کرتے تھے۔

علما کی ایک کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا، وہ افلاج کے قاضی مقرر ہوئے، کچھ عرصہ وادی دسیر کے بھی قاضی رہے۔ ۱۳۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

④ علامہ علی بن ناصر بن وادی (۱۲۷۳۔۱۳۶۱ھ)

یہ بریدہ میں پیدا ہوئے اور عنیزہ میں انھوں نے پرورش پائی، وہاں کے اہلِ علم اور بریدہ کے علما سے علم حاصل کیا، پھر ریاض چلے گئے اور وہاں کی مشہور شخصیت علامہ عبداللطیف بن عبدالرحمان بن حسن آلِ شیخ سے فیض حاصل کیا، اس کے بعد ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں کے علما سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی کی بھی شاگردی اختیار کی اور ان سے صحاح ستہ مسند احمد اور مسند طبرانی کی سند حاصل کی، پھر بھوپال چلے گئے اور نواب صدیق حسن خان سے کچھ عرصہ علم حاصل کیا، اس کے بعد اپنے وطن عنیزہ واپس چلے آئے۔

انھوں نے اپنی ساری زندگی سنت اور عقیدۂ توحید کی خدمت میں گزار دی۔ شیخ عبدالرحمان السعدی اور شیخ امین شنقیطی جیسے سعودی عرب کے بڑے علما نے ان سے بنیادی کتبِ حدیث کی تعلیم اور سند حاصل کی، انھوں نے بڑی لمبی عمر پائی اور شعبان ۱۳۶۱ھ میں وفات پائی۔

⑤ شیخ فوزان بن سابق بن فوزان (۱۲۷۵۔۱۳۷۳ھ)

یہ ۱۲۷۵ھ میں بریدہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے اور وہاں کے علما سے ابتدائی علوم حاصل کیے، پھر ریاض تشریف لے گئے، وہاں شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمان بن حسن آل شیخ سے علم حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ علی بن وادی کے ساتھ ہندوستان کے لیے عازمِ سفر ہوئے، تاکہ علامہ نواب صدیق حسن خان سے نسبتِ تلمذ قائم کریں، لیکن نواب صاحب نے ریاستی امور کی وجہ سے پڑھانا ترک کر دیا تھا، اس لیے وہ سید نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے استفادہ کیا اور روایتِ حدیث کی اجازت لی، پھر قصیم واپس آ گئے۔

شیخ فوزان تجارت میں مشغول ہو گئے، اسی دوران میں ان کے سلطان عبدالعزیز سے روابط

قائم ہوئے اوران کے ساتھ جنگوں میں شرکت بھی کی، اس کے بعد سلطان عبدالعزیز نے انھیں دمشق میں اپنا معتمدِ خاص مقرر کیا، وہاں شیخ طاہر جزائری، علامہ جمال الدین قاسمی اور علامہ عبدالرزاق جیسے نامور علمائے شام نے ان سے استفادہ کیا، انھوں نے کئی کتابیں بھی تالیف کیں۔ وہ ۱۳۷۳ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئے۔

مندرجہ بالا علما کے علاوہ شیخ علی بن ماضی، سید عبداللہ بن سعد بن عبدالعزیز اور قاضی محمد بن ناصر بن مبارک بھی میاں صاحب کے شاگردوں کی فہرست میں شامل ہیں۔

2 سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حجازی شاگرد

1 شیخ عبدالرحمان بن محمد بن عون نعمانی حجازی۔

مولانا فضل حسین بہاری نے اپنی کتاب "الحیاۃ بعد المماۃ" (ص:۳۷۶) میں میاں صاحب کے شاگروں میں ان کا ذکر کیا ہے۔

2 شیخ عبداللہ بن ادریس حسینی مغربی۔

ان کا علمائے کبار میں شمار ہوتا تھا۔ یہ ایک عرصے تک مکہ مکرمہ میں حدیثِ نبوی پڑھاتے رہے۔ یہ بھی میاں صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگردوں کی فہرست میں شامل تھے۔ ("الحیاۃ بعد المماۃ" ص: ۳۷۶)

یہ تھے محدثِ عصر سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے چیدہ چیدہ شاگرد، جو جزیرہ عرب سے تعلق رکھتے تھے اور علومِ حدیث کی تدریس، تالیف اور نشر و ترویج میں مشغول رہے، انھوں نے چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان اور دیگر بلادِ اسلامیہ میں عمل بالحدیث اور اشاعتِ سنت کی تحریک کو سرگرم رکھنے میں فعال کردار ادا کیا۔

3 سید نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ سے علم حاصل کرنے والے نجد اور دیگر اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے شاگرد

یہاں ان چند علما کا ذکر کیا جاتا ہے، جنھوں نے ہندوستان میں میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگردوں سے یا حرمین شریفین میں مقیم ہندوستانی علماے اہلِ حدیث سے علم حاصل کیا۔

1 شیخ قاضی صالح بن عثمان (۱۳۵۱۔۱۲۸۲ھ)

یہ نجد کے جید علما میں شامل تھے، انھوں نے اپنے شہر عنیزہ کے علما سے علم حاصل کیا پھر مکہ مکرمہ میں مقیم اور وارد علما سے کسبِ فیض کیا۔

علماے نجد کے تذکرہ نگار نے ان کے اساتذہ میں درج ذیل علما کا ذکر کیا ہے:

1. علامہ ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی۔
2. شاہ اسحاق کے شاگرد مولانا محمد بن عبدالرحمان انصاری۔
3. معروف مفسرِ قرآن علامہ عبدالرحمان بن سعدی۔

2 شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمان بن ابراہیم آل شیخ (۱۳۸۶ھ)

انھوں نے علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی سے اس وقت استفادہ کیا جب وہ حرمین کی زیارت کے لیے سعودی عرب گئے یا جب وہ سلطان عبدالعزیز کی دعوت پر ریاض تشریف لائے۔

3 شیخ عبداللہ بن محمد قرعاوی آل نجید (۱۳۱۵۔۱۳۸۹ھ)

معروف مبلغ اسلام شیخ عبداللہ بن محمد قرعاوی عنیزہ شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی، پھر کاروبار میں مصروف ہوگئے۔ یہ بہت چھوٹی عمر میں علم کی طلب میں مشغول ہوگئے۔ پہلے عنیزہ کے قاضی شیخ عبداللہ بن محمد آلِ مانع سے علم حاصل کیا، پھر بریدہ تشریف لے گئے اور وہاں کے علما سے استفادہ کیا۔

اس کے بعد کاروبار چھوڑ کر ہندوستان چلے گئے، دہلی کے مدرسہ رحمانیہ میں داخلہ لے لیا اور وہاں علماے اہلِ حدیث سے اپنی تشنہ کامی کو سیراب کیا، پھر اطلاع آئی کہ ان کے والدِ گرامی بیمار ہو گئے ہیں تو یہ عنیزہ واپس آ گئے، اس کے بعد نجد کے کئی شہروں میں جانا ہوا۔ سماحۃ الشیخ محمد بن

عبدالرحمان کے چشمہ علم سے اپنے دامن کو بھی تر کیا، پھر کئی علما سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی تعلیم کو مکمل کرنے کی غرض سے ۱۳۵۵ھ میں دوبارہ ہندوستان آئے اور علامہ احمد اللہ دہلوی سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ انھوں نے ان کو ایک طویل اجازتِ روایت عنایت فرمائی، اس کے بعد وہ سعودی عرب واپس لوٹ گئے اور دعوت وتبلیغ، ارشاد وتعلیم، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پاکیزہ سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں میں برکت ڈالی اور علاقے میں سلفی دعوت عام ہوگئی، مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں علما اور مبلغین کی ایک ایسی کھیپ تیار کرادی جنھوں نے آگے چل کر سعودی عرب میں دعوت وارشاد اور تدریس وقضاۃ کے کلیدی مناصب کو سنبھالا۔ ان کے نامور شاگردوں میں چند ایک درج ذیل ہیں:

① شیخ ناصر خلوفہ۔ ② شیخ محمد مدخلی۔ ③ شیخ احمد بن یحییٰ نجمی۔ ④ شیخ ربیع بن ہادی مدخلی۔ ⑤ شیخ علی بن ناصر فقیہی حفظہ اللہ۔

4 علامہ اسماعیل یوسف خانپوری (میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد) کے بغدادی تلامذہ

علامہ یوسف خان پوری ہندوستان کے جید اور معتبر علماے اہلِ حدیث میں شمار ہوتے تھے، انھوں نے ہندوستان اور بغداد میں علمِ حدیث کا پرچم بلند کیا اور اسے بامِ عروج تک پہنچا دیا۔ علامہ یوسف صاحب ۱۳۲۰ھ میں بغداد تشریف لائے اور وہاں چھے سال تک کتبِ ستہ اور مسندِ امام احمد پڑھاتے رہے، بغداد کے کئی نامور اور اکابر علما نے ان سے استفادہ کیا، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1 سید عبدالکریم بن سید عباس حسنی ازجی بغدادی۔ یہ بغداد کے جید اہلِ حدیث عالم تھے۔ انھوں نے متعدد بے مثال کتابیں تحریر کیں، ان کے شاگرد شیخ صبحی سامرائی ہیں جو علمی حلقوں

میں محتاجِ تعارف نہیں، وہ سید عبدالکریم کے توسط سے ہندوستانی علما سے رشتہ تلمذ پر فخر کیا کرتے تھے۔

2. شیخ علامہ محمود شکری آلوسی۔
3. شیخ بہجت اثری۔
4. شیخ عبداللطیف ثنیان۔
5. شیخ محمد عسافی نجدی زبیری۔

5 مراکش کے علما جو میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے تلامذہ سے مستفید ہوئے

1. علامہ ڈاکٹر تقی الدین ہلالی مراکشی کو علمِ حدیث حاصل کرنے میں گہری دل چسپی تھی، چنانچہ اس مقصد کے لیے انھوں نے ہندوستان کا رخ کیا۔ وہ وہاں ایک مدت تک پڑھتے رہے، انھوں نے اپنے استاذ علامہ عبدالرحمان مبارک پوری شارح ترمذی سے بھرپور استفادہ کیا اور ان سے اجازتِ روایت لی، پھر ہندوستان سے عراق چلے گئے۔ بصرہ میں قیام کے دوران میں ان کی معروف سلفی عالم، ادیب اور مفسر علامہ محمد بن امین شنقیطی سے ملاقات ہوئی، ان سے انھوں نے بھرپور استفادہ کیا، استاذ نے اپنے لائق شاگرد کو اپنی فرزندی میں لے لیا اور اپنی بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔

تین سال کے بعد وہ سعودی عرب چلے گئے اور سلطان عبدالعزیز کے مہمان بنے۔ بادشاہ نے ان کو مدرسین کا نگران مقرر کیا۔ دو سال تک انھوں نے اس عہدے پر کام کیا، پھر ایک سال کے لیے مسجدِ حرام سعودی معہد میں مدرس مقرر ہوئے۔ اس کے بعد انھوں نے دوبارہ ہندوستان کا سفر کیا، وہاں ندوۃ العلما لکھنو میں شعبہ عربی کے سربراہ مقرر ہوئے اور دو تین سال تک اس میں کام کیا، اس کے بعد پھر سعودی عرب چلے گئے تو علامہ محمد بن ابراہیم آل شیخ نے ان کو جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) میں استاذ مقرر کر دیا۔

ذیل میں ہم ڈاکٹر ہلالی کے قیامِ ہند کے وقت علامہ عبدالرحمان محدث مبارک پوری سے استفادے کے دوران کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں، جس سے ایک طرف ڈاکٹر تقی الدین اور علامہ مبارک پوری رحمہما اللہ کے قلبی تعلق کا اندازہ ہوتا ہے اور دوسری طرف مولانا عبدالرحمان محدث مبارک پوری کے اخلاقِ کریمانہ کا اظہار ہوتا ہے:

علامہ ہلالی فرماتے ہیں:

''مبارک پور میں مولانا (مبارک پوری) نے استفادے کی غرض سے میرے قیام کے دوران میں شدید اصرار کے ساتھ مجھے اپنے ہاں مہمان کی حیثیت سے رکھا۔ چنانچہ مجھے کسی ہوٹل میں جانا پڑا اور نہ کھانا کہیں سے خریدنے کی نوبت آئی۔ جب مبارک پور سے میری روانگی کا وقت آیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اعظم گڑھ تک ٹرین سے جاؤں گا تو مولانا نے فرمایا کہ ٹرین سے نہ جاؤ، ہماری جان پہچان کے دو آدمی بیل گاڑی لے کر اعظم گڑھ جانے والے ہیں، ان کے ساتھ چلے جانا۔ یہ تمھارے لیے زیادہ آسان ہوگا۔ ادھر ان دونوں حضرات نے طے کیا تھا کہ آدھی رات کو نکلیں گے۔

چنانچہ عشا کی نماز کے بعد میں نے مولانا کو الوداع کہنا چاہا تو فرمایا: روانگی کے وقت میں رخصت کرنے آؤں گا۔ میں نے کہا: آپ کو زحمت ہوگی، نیند میں خلل پڑے گا۔ فرمایا: کوئی بات نہیں۔ چنانچہ جب روانگی کا وقت ہوا اور میں اپنا بیگ اٹھا کر اپنے مسجد والے حجرے سے باہر نکلا تو مولانا کو موجود پایا، پھر ہم باتیں کرتے ہوئے وہاں پہنچے، جہاں وہ دونوں حضرات گاڑی لے کر ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ رخصت کے وقت جب انھوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا:

''أستودع اللّٰه دينك وأمانتك وخواتيم عملك، زوّدك اللّٰه التقوىٰ، و يسر لك الخير أينما توجهت''

تو اس کے ساتھ ہی انھوں نے چپکے سے میرے ہاتھ میں کوئی کاغذ تھما دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ نوٹ کی شکل میں کچھ رقم ہے تو میں نے واپس کرنا چاہا اور کہا: ''جزاك اللّٰه'' آپ نے لطف و کرم کی انتہا کر دی، اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس پر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، ان دونوں حضرات سے کچھ دور

ہوئے تو زور زور سے رونے لگے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور کہے جا رہے تھے: لے لو اسے، لے لو اسے۔ چنانچہ میں نے وہ روپیا لے لیا۔

ان کا رونا دیکھ کر میرے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی اور میں بہت شرمندہ ہوا کہ میرا روپیا لوٹانا ہی ان کے شدید گریہ کا سبب بنا۔ چنانچہ میں نے ان سے معافی چاہی اور انھوں نے معاف کر دیا۔ سسکیاں لیتے ہوئے آنکھوں سے آنسو پونچھے اور ذرا سنبھلے تو میرا ہاتھ پکڑا اور گاڑی کی طرف بڑھے۔ پھر میں نے ان کو الوداع کیا اور گاڑی پر سوار ہو گیا۔ یہ تمام خیالات اور انفعالات میرے ذہن میں گھومتے رہے، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو گیا تو ہم لوگ نماز کے لیے رکے۔ میں نے ان دونوں حضرات کی امامت کی۔ جب میں نے قراءت شروع کی تو اس واقعے کے تصور سے رو پڑا۔''

(دبستانِ حدیث، ص:۲۰۲، بحوالہ مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری، ص:۲۲۶ تا ۲۲۸)

(2) علامہ عبدالرحمان محدث مبارک پوری کے شاگردوں میں ایک معتبر نام علامہ ابوعبدالملک محمد عبداللہ بن محمود مدنی تادکی ہے، یہ افریقہ کے ایک مشہور عالم تھے، جن سے افریقی مسلمانوں نے خوب استفادہ کیا۔

مذکورہ بالا سلسلہ تلمذ کے علاوہ آج تک عرب اور پاک و ہند کے علما کے مابین علمی استفادے اور معلومات کے تبادلے کا تعلق قائم ہے۔ دونوں طرف کے اکابر و اصاغر علماے دین وقتاً فوقتاً باہم علمی تعلق قائم رکھے ہوئے ہیں اور دونوں جانب ہی سے یہ مبارک رشتہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہے۔ ہندو پاک کے اکابر علماے کرام اور زعماے دین سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کی جامعات سے مستفید ہوئے ہیں اسی طرح متعدد عرب علما اور طلباے کرام بھی یہاں کے علما سے علمی استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

.....☆❀❀☆.....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وحدت امت کے لیے سعودی حکومت کی خدمات!

پروفیسر محمد یٰسین ظفر ناظم اعلی وفاق المدارس السلفیہ پاکستان

اسلام عالمگیر دین ہے۔ جو تمام ادیان پر غالب ہونے کے لیے آیا۔ هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ [التوبة: 33]'' نبی کریم جو پوری انسانیت کے لیے مبعوث ہوئے۔''قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً[الاعراف: 158] تمام اکناف عالم کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔ اس کے غلبے کے لیے امت اسلامیہ میں اتحاد واتفاق از حد ضروری ہے۔ انہیں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت میں زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اور اختلافات کی شکل میں رہنمائی بھی اسی سے لینی چاہیے۔ فرمایا''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلا ً[النساء:59] حقیقت میں مومنوں کو یہ تلقین کی گئی کی کسی نظم کے تحت زندگی بسر کریں۔ اور اپنی صفوں میں اختلاف پیدا نہ کریں۔ کیونکہ اختلاف سے قوت ختم ہوجاتی ہے۔ اور ہوا اکھڑ جاتی ہے۔ فرمایا'«وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُواْ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ[الانفال: 46]امت میں وحدت سے ہی دشمن خوف زدہ ہوگا۔ ورنہ وہ نقصان پہنچائے گا۔ اور آپ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا۔ جب دشمن مسلمانوں پر ایسے حملہ آور ہوگا۔ جیسے لوگ دسترخوان پر ٹوٹتے ہیں۔ حدیث میں ہے!''یوشك ان تداعی علیکم الامم من کل کما تتداعی الاکلة علی قصعتها »'صحابہ نے عرض کیا، کیا ہماری تعداد کم ہوگی فرمایا نہیں بلکہ تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی تمہاری حیثیت سیلاب کی جھاگ کی طرح ہوگی دشمن کے دلوں سے اللہ تمہاری ہیبت ختم کردے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ صحابہ نے عرض کیا وہن کیا ہے۔؟ تو آپ نے

فرمایا:حب الدنیاوکراھیۃ الموت دنیا کی محبت اورموت کا ڈر۔[ابوداود:4297]ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ اپنی صفوں میں اتحادرکھیں فرمایا''وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيْعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ[آل عمران:103]حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:

'' ان اللہ یرضی لکم ثلاثا ویکرہ ثلاثا فیرضی لکم ان تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا وان تعتصموابحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ویکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السوال ، واضاعۃ المال»» [مسلم:1715]

''اللہ تین چیزوں کو پسند کرتے ہیں اور تین کو ناپسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ یہ پسند ہے کہ تم اس کی عبادت کرواس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤاور تمام مل کراللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو۔تفرقہ میں پڑو۔اللہ تعالیٰ کو قیل وقال (فضول گفتگو)،بے جاسوالات اورفضول خرچی ناپسند ہیں۔''

اتحادواتفاق کی اہمیت اورافادیت سے کون انکارکرسکتا ہے۔خاص کرموجوہ عالمی حالات کے تناظر میں اس کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے۔اور پہلے سے زیادہ امت اسلامیہ کو یکجان کرنے کی ضرورت ہے۔پوراعالم کفراس وقت مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہے۔اوراس نے بڑی چالاکی سے ہماری صفوں میں تفریق پیدا کی ہوئی ہے۔اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام اسلامی ممالک اختلافات کی آگ میں جل رہے ہیں۔کہیں سیاسی اورکہیں مذہبی اورفرقہ واریت کی آڑ میں مسلمان آپس میں دست وگریباں ہیں۔ہم خودایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں۔عزتیں پامال کررہے ہیں۔مال برباد کررہے ہیں۔بدقسمتی سے اسلامی ممالک میں وحدت نہ رہی۔اورکوئی عالمی قائدیالیڈر یہ کوشش نہ کرسکا۔

البتہ سعودی حکومت نے ہمیشہ اس میں کلیدی کردارادا کیا۔اوراپنے وسائل بھی وحدت کے لیے استعمال کیے۔گذشتہ دھائیوں کا اگر بغور جائزہ لیا جائے۔تو معلوم ہوتا ہے۔کہ کس طرح سعودی فرمانرواؤں نے اپنا کردارادا کیا۔رابطہ العالم الاسلامی کا قیام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔یہ ایک بین الاقوامی اسلامی عوامی تنظیم ہے۔جس کا مرکز مکہ مکرمہ میں ہے۔اس کا قیام 18 مئی

1692ء کو عمل میں آیا۔ یہ اقوام متحدہ اور اسلامی سربراہی کانفرنس او یونیسکو کی تعلیم وتربیت کی تنظیم میں نمائندگی کا حق ادا کرتی ہے۔ اس کے اہم اہداف درج ذیل ہیں۔ اسلامی شریعت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنے مقاصد کے حصول میں جدوجہد کرنا۔ اسلام کی عالمگیر دعوت کو فرد معاشرہ اور ممالک تک پہنچانے کی کوششیں کرنا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں دعوت وتبلیغ کے کام کو منظم کرنا ایک دوسرے کی مدد کرنا اور فائدہ اٹھانا، موجودہ جدید وسائل خاص کر میڈیا کے ذریعے اپنا پیغام پوری دنیا میں پہنچانا، اسی طرح کانفرنسوں، سیمینارز اور مختلف ورکشاپس کے ذریعے مسلمانوں کے معیار کو اچھا بنانا اور ان کے مسائل کو اجاگر کرنا، اسلامی فقہ کی تدوین اور مسلمانوں کی رہنمائی کرنا، عربی زبان کے فروغ میں تمام وسائل بروئے کار لانا، مسلمانوں میں اتحاد واتفاق قائم کرنے کے لیے کوششیں کرنا، اور اسی طرح مسلمانوں کی مشکل حالات میں مدد کرنا، تعلیم کو عام کرنا، اسلام کے خلاف تمام شبہات کا ازالہ کرنا اور مسلمانوں کو کتاب وسنت پر جمع کرنا، انہیں تفرقہ بازی سے روکنا، ان کی مشکلات کے حل کے لیے قابل عمل طریقہ اختیار کرنا۔

سعودی حکومت کی یہ پالیسی رہی ہے کہ وہ امت کی وحدت میں ہمیشہ کلیدی کردار ادا کرے۔ مسلمانوں کے دلوں میں اس حکومت کی محبت کی وجہ سے وہ ان کے مسائل کے حل میں مخلصانہ کوششیں کرتی رہتی ہے۔ اور آئندہ بھی اس عمل کو جاری رکھے گی ان شاء اللہ۔ اس ضمن میں خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ مرحوم کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اسلامی ممالک کی قیادت نے ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق ہونا چاہیے۔ مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والے عظیم الشان اجتماع میں یہ بات محسوس کی گئی کہ اتحاد واتفاق کے بغیر مسلمانوں کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ سعودی حکومت روز اول سے اس بات کو شدت سے محسوس کرتی تھی کہ مسلمانوں میں وحدت سے ہی عزت و وقار ہے۔ لہذا سعودی حکومت کے بانی شاہ عبدالعزیز آل سعود نے متعدد بار مسلمان قیادت کو جمع کیا۔ اور انہیں یہ احساس دلایا کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔

مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہی ہے کہ وہ متحد ومتفق ہو جائیں۔ اس ضمن میں

سعودی حکومت نے ہمیشہ پہل کی ہے۔اور متعدد کانفرنسیں منعقد کر چکی ہے۔نہ صرف سعودی عرب میں بلکہ پوری دنیا کے اہم مراکز میں جس میں امریکہ، اسٹریلیا، ملایشیا، تھائی لینڈ، سپین وغیرہ میں وحدت امت کے لیے مثالی اجتماعات ہوئے۔جس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ مسلمان باہمی اختلافات کو ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں۔اور اپنی مشکلات کے حل کے لیے مل جل کر کام کریں۔

موجودہ فرمانروا شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود نے اپنے حالیہ بیان میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے جس میں سے اہم دہشت گردی ہے۔ سعودیہ کے داخلی مسائل کے علاوہ خارجی مسائل بہت اہم ہیں، انہوں نے افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ خطے میں پہلے عربی ممالک کا مسئلہ اسرائیل کے ساتھ تھا۔جبکہ اب عرب ممالک آپس میں دست و گریباں ہیں۔جس سے وحدت امت کو شدید نقصان پہنچا ہے۔انہوں نے سعودی حکومت کی سابقہ کوششوں کا تفصیلی تذکرہ کیا۔اور بتایا کہ کس طرح شاہ فہد اور ان کے بعد شاہ عبداللہ مرحومین نے یہ کردار ادا کیا۔انہوں نے مزید کہا کہ اس وقت امت اسلامیہ پہلے سے زیادہ اتحاد و اتفاق کی محتاج ہے، اس ضمن میں ہم کلیدی کردار ادا کریں گے۔اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو آخری رسول ﷺ کی بعثت کا مرکز بنایا۔اور مسلمانوں کا قبلہ بھی۔لہذا ہم تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے امت میں وحدت پیدا کریں گے۔اور ان کے مسائل کے حل کے لیے بھی اپنی خدمات پیش کریں گے۔یہی اسلام کی ہمیں تعلیم ہے۔جس کی روشنی میں کوئی کردار ادا کرنے سے نہیں رکیں گے۔انہوں نے فرمایا کہ اسلام اعتدال پر مبنی دین ہے۔یہ رحمت والا اور بہت شفیق دین ہے۔اس کے ذریعے ہم نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کو امن کا پیغام دیتے ہیں۔خاص کر موجودہ دہشت گردی کی مذمت کرتے ہوئے اس کو ختم کرنے کے لیے باہمی تعاون جاری رکھیں گے۔اور ان تمام سازشوں کو ناکام بنائیں گے۔جو مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے کی جا رہی ہیں۔انہوں نے کہا کہ صیہونیت کا یہ زعم خاک میں ملا دیں گے۔جو وہ سعودیہ کو ایران کے ساتھ لڑانے کی کوششیں کر رہا ہے۔ اور بعض خلیجی مالک کو آپس میں الجھا رہا ہے۔ہم حالات سے پوری طرح باخبر ہیں۔اور ہم کسی سازش کا حصہ نہیں بنیں گے۔اور مل جل کر عالمی سازشوں کو ناکام بنا دیں گے۔آپ کے خطاب سے امت

کے اتحاد کے لیے لوگ پر امید ہوئے ہیں۔ اور آپ کی کوششوں کو بنظر تحسین دیکھتے ہیں۔ اور توقع کرتے ہیں۔ کہ شاہ سلمان تاریخی کردار ادا کریں گے۔

بقیہ قرآن کمپلیکس

مختلف رسم الخطوط میں قرآن کریم

مختلف زبانوں میں تراجم وتفاسیر کے علاوہ متن قرآن کریم بھی دنیا کے مختلف رسوم الخط میں انتہائی اعلیٰ کاغذ پر طبع کر کے تقسیم کیا جاتا ہے۔ گرامی قدر ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر شہید رحمہ اللہ کے ذریعے قرآن کریم کا ایک انتہائی شاندار از حد خوبصورت نسخہ راقم الحروف تک پہنچا اس کے کاغذ کے متعلق بتایا گیا کہ اسے جس کاغذ پر طبع کیا گیا ہے وہ پانچ سو سال تک پرانا محسوس نہ ہونے اور موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اردو تفسیر احسن البیان

ملک فہد قرآن کمپلیکس کی طرف سے ابتدا میں کچھ عرصے تک تفسیر عثمانی (اردو) شائع کر کے تقسیم کی جاتی رہی بعد میں اس میں بعض علمی تسامحات کی نشاندہی ہونے کے بعد اس کی اشاعت وتقسیم روک دی گئی اور اس کی بجائے محترم المقام حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کی تحریر کردہ تفسیر احسن البیان شائع کر کے ایک عرصہ سے تقسیم کی جارہی ہے۔

قرأت ورش والا مصحف

اس پریس سے شائع شدہ ایک مصحف جو قرأت ورش کے مطابق ہے اس کا انداز تحریر ہمارے رسم الخط سے قدرے مختلف ہے۔ یہ رسم الخط غالبا اندلس اور بلاد مغرب میں رائج ہے۔ اس رسم الخط میں ''ق'' کا ایک نقطہ اور ''ف'' کا نقطہ اوپر کی بجائے اس کے نیچے لکھتے ہیں اور جہاں پورا نون ہو اسے نون کی بجائے نقطے کے بغیر نون غنہ کی صورت لکھا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خادم الحرمین الشریفین قرآن کمپلیکس مدینہ منورہ

پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی فاضل مدینہ یونیورسٹی

سابق سعودی فرمانروا خادم الحرمین الشریفین الملک فہد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ المملکۃ العربیہ السعودیہ اور سعودی شاہی خاندان کے ایک نمایاں فرد تھے جن کی نشو ونما اور ابتدائی تعلیم وتربیت خالص اسلامی، علمی اور عربی ماحول میں ہوئی جس کے اثرات ان کی زندگی کے آخری لمحات تک نمایاں طور پر محسوس کیے جاتے رہے۔ آں موصوف ایک عظیم اسلامی سلطنت کے سربراہ اور دنیا کی متمول ترین شخصیت ہونے کے باوجود انتہائی سادہ اور اسلام دلدادہ تھے۔ یہی وجہ ہوئی کہ مملکت سعودیہ عربیہ کی زمام اقتدار سنبھالنے کے فورا بعد انہوں نے ایک شاہی فرمان جاری کیا کہ آج کے بعد مجھے جلالۃ الملک نہیں بلکہ خادم الحرمین الشریفین لکھا اور پکارا جائے، شہنشاہ مملکت کہلانے کی بجائے خادم الحرمین الشریفین ہونا میرے لیے اصل اعزاز ہے۔

عنان اقتدار سنبھالنے کے بعد انہوں نے اسلام، عالم اسلام، اسلامیان عالم کی خدمت کے ساتھ ساتھ مسجد الحرام اور مسجد نبوی کی توسیع وتزیین وآرائش کے لیے خزانوں کے منہ کھول دیے۔ اور متعلقہ اداروں کو خصوصی ہدایات جاری کیں کہ حرمین شریفین میں آنے والے طائفین، راکعین، ساجدین، معتمرین اور حجاج کرام وزائرین کی سہولت کے لیے جس قسم کی بھی سہولت کی ضرورت محسوس ہو اخراجات کی پرواہ کیے بغیر وہ تمام ضروریات وسہولیات بلا تاخیر مہیا کی جائیں تاکہ اللہ کے مہمانوں زائرین حرم کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہو۔ شاہ مرحوم کی خدمات عالیہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے مستقل کتابیں لکھی جارہی ہیں نیز انہوں نے اطراف مملکت میں موجود سیکڑوں تاریخی مساجد کی جدید انداز میں نئی تعمیرات بھی کرائیں۔

قرآن پرنٹنگ پریس

شاہ فہد رحمہ اللہ چونکہ خدمت اسلام کے جذبے سے سرشار تھے حرمین شریفین اور دیگر مساجد کی تعمیر وتزیین

کے ساتھ ساتھ انہوں نے اہل علم کی مشاورت سے خدمت قرآن کے لازوال منصوبوں پر بھی عمل کر کے انہیں عملی جامہ پہنایا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف کا قیام عمل میں لایا گیا۔

اہداف ومقاصد

مجمع الملک فہد میں قرآن کریم کی اعلیٰ ترین پرنٹنگ کے لیے دنیا کے اعلیٰ ترین پریس اور انتہائی ترقی دادہ مشینری بھاری قیمت پر حاصل کی گئی اور اس پریس اور مشینون پر کام کرنے کے لیے سیکڑوں لوگوں کو بیرون ملک بھیج کران کی تربیت اور ٹریننگ کا معقول انتظام کیا گیا۔

اس پریس کے اہداف ومقاصد میں سے بعض مقاصد درج ذیل ہیں۔

۱۔المصحف الکریم کے الہامی پیغام کو دنیا بھر کی زبانوں میں ترجمہ کر کے دنیا بھر میں اجاگر کرنا۔

۲۔عربی خطاطی اور اس سے متعلقہ امور کا جائزہ لے کران کی خدمت وحفاظت نیز ان میں جدید اصلاحات کر کے اتفاق رائے تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔

۳۔قرآن کی عربی زبان کی خدمت کے لیے عربی خطاطی کے مختلف نمونوں کو کمپیوٹر فونٹ میں پیش کرنا

۴۔مصحف کی تزیین وآرائش کے لیے عام قوانین کی تشکیل۔

۵۔عالم اسلام کے مشہور خطاطین قرآن کے نمونوں کا حصول، حفاظت اور ان کی نمائش کرنا۔

۶۔معروف خطاطین قرآن کے اوزاروں کی حفاظت۔

۷۔قرآنی خطاطی کے نمونوں اور اصولوں پر مشتمل کتابوں رسالوں وغیرہ کا حصول اور ان کی حفاظت کرنا۔

محل وقوع

چنانچہ طویل غور خوض کے بعد قرآن کریم کے تاریخی پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مدینہ منورہ میں تبوک روڈ پر انتہائی وسیع وعریض رقبے پر کمپلیکس کا پروگرام طے کر کے عظیم الشان کالونی اور شاندار عمارت تعمیر کی گئی جو فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار بھی ہے ۔

اس میں مختلف ضرورتوں کی خاطر سیکڑوں دفاتر مختلف چھاپہ خانے ،سٹورز، ورکشاپس، مساجد، لائبریریاں، ڈسپنسریاں ، مارکیٹ، ہوٹل ، فائر بریگیڈ کے دفاتر، الیکٹرک سٹیشن، سٹاف کی رہائش کے لیے رہائشی کالونی، کھیل کے گراؤنڈ، تجلید کے مراحل طے کرنے کے لیے مختلف شعبے وغیرہ اور دیگر تمام تر ممکنہ سہولتوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ سٹور اس قدر بڑے بڑے ہیں کہ ایک ایک سٹور میں قرآن کریم کے ایک ایک کروڑ نسخے رکھے جا سکتے ہیں۔

شاہ فہد رحمہ اللہ کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اس پریس میں ہر اس رسم الخط میں قرآن شائع کیا جائے جس خط میں دنیا کے کسی بھی خطے میں قرآن کریم پڑھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔ نیز دنیا کی ہر زبان میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر یہاں سے شائع کر کے دنیا بھر میں مفت تقسیم کیے جائیں اور دنیا کا کوئی گھر ان مصاحف، تراجم وتفاسیر سے خالی نہ ہو۔

چنانچہ 2007ء تک کی رپورٹ کے مطابق یہاں سے دنیا کی انتالیس زبانوں میں قرآن کریم کے 138 ملین نسخے شائع کر کے مفت تقسیم کیے گئے نیز ایام حج کے بعد حجاج کرام کو اپنے اپنے وطن واپسی پر جہازوں پر سوار ہوتے وقت ان کی مقامی زبان میں مترجم قرآن کریم کا ایک ایک نسخہ خادم الحرمین شریفین کی طرف سے بطور تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ نیز قرآن کمپلیکس کا وزٹ کرنے کے لیے آنے والوں کی خاطر مدارت کے ساتھ ساتھ انہیں الوداع کہنے کے وقت وہ جس زبان میں چاہیں قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر بھی بطور ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس پریس سے جن زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر شائع ہو چکے ہیں ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں۔ انگریزی، تھائی لینڈ، کوریا، فارسی، اردو، یونانی، چینی، یوربا، اسپانیہ، البانیہ، تاملیہ، انڈونیشیا، المندریہ، ہوسا، الکشمیریہ، روسی، ترکی، لیباری، صومالی، ویت نامی، پرتگالی، زولو، شیشوا، سندھی، مقدونیہ، برمیہ، ترکستانیہ، انگو، براھویہ، القازقیہ، اویغوریہ، پشتو۔

بقیہ صفحہ نمبر 54 پر دیکھیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبلغ اسلام مولانا امان اللہ مجاہد بھی ہم سے بچھڑ گئے

محمد ابراہیم محمدی خطیب مسجد منانیہ اہل حدیث وزیر آباد

اس عالم رنگ و بو میں جو بھی آیا وہ سدا رہنے کے لیے نہیں بلکہ عالم آخرت کی طرف رخت سفر باندھنے کے لیے آیا ہے اس عالم فانی میں کسی کو بقا نہیں یہ قانون الٰہی ہے کہ ہر نفس نے ایک نہ ایک دن موت کی آغوش میں جانا ہے۔اس سے کسی کو استثناء نہیں۔درحقیقت اس بزم حیات کا اختتام جام موت پر ہے۔اس بات سے انکار کسی صورت ممکن نہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا جانا پوری انسانیت کے لیے بلکہ پورے عالم کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔موت العالِم موت العالَم۔

ایسی ہی عظیم شخصیتوں میں مسلک اہل حدیث کے بے مثال خطیب مبلغ ،داعی ،پرسوز واعظ،بہترین عالم دین مولانا امان اللہ مجاہد بھی تھے۔جو زندگی کی چھپن بہاریں دیکھ کر گیارہ مارچ 2015ء کو بروز بدھ کو وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ابھی پچھلے دنوں کی ہی بات ہے کہ چند سالوں میں ہماری جماعت کے نامور اور جید علماء کرام داغ مفارقت دے چکے ہیں جن میں استاذی المکرّم حافظ عبدالمنان نور پوری،حافظ زبیر علی زئی،قاری عبدالوکیل صدیقی بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ گورداسپوری،مولانا محمد رفیق سلفی،قاری نصیر احمد عثمانی،مولانا محمد حسین شیخوپوری،مولانا حافظ عبداللہ شیخوپوری،مولانا قدرت اللہ فوق،مولانا عبدالغفور اثری،مولانا محمد اعظم ،استاذی المکرّم مولانا محمد یحیٰ گوندلوی رحمہم اللہ۔اللھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم الجنۃ الفردوس

مولانا امان اللہ مجاہد رحمہ اللہ 1959ء کو سمن آباد فیصل آباد میں پیدا ہوئے آپ کے والد بزرگوار فتح محمد مسافر نے آپ کو بڑی محنت سے تعلیم دلوائی ان کی خواہش تھی کہ میری اولاد دین کی خادم بنے یہی وجہ ہے کہ آپ کے بھائی مولانا فیض اللہ منور رحمہ اللہ بھی عالم دین تھے۔اسی طرح

مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا حکیم ثناء اللہ تبسم بھی عالم دین ہیں ۔مولانا مجاہد نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں ہی حاصل کی ۔حصول علم کے لیے آپ نے جامعہ رحمانیہ لاہور، جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور کلیہ دارالقرآن والحدیث فیصل آباد سے کسب فیض کیا۔آپ نے کلیہ دارالقرآن والحدیث سے سند فراغت حاصل کی اور پھر آپ کو ریاض یونیورسٹی سعودی عرب میں داخلہ مل گیا وہاں سے بھی آپ نے سند فراغت حاصل کی

مولانا امان اللہ مجاہد رحمہ اللہ نے 1983ء میں ریاض یونیورسٹی سے سند فراغت حاصل کی ۔مولانا عطاء الرحمٰن ثاقب ،مولا سیف اللہ خالد اور مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم سبق تھے۔

سعودی عرب سے مراجعت کے بعد آپ صوفی عائش محمد حفظہ اللہ کے حکم سے جامعہ ابی بکر اہل حدیث کراچی رک گئے اور کچھ عرصہ تدریس کے بعد اپنے آبائی شہر فیصل آباد تشریف لے گئے ۔ابتدائی دو سال جامع مسجد قدس اہلحدیث میں خطابت کرتے رہے۔بعدازاں مسجد مبارک سمن آباد انارکلی میں خطیب مقرر ہوئے اور عرصہ بارہ سال تک خطابت کرتے رہے۔اسی دوران سیالکوٹ سے آپ کو آفر ہوئی لیکن آپ انکار کرتے رہے۔بالآخر میاں نذیر احمد کے پرخلوص اصرار نے آپ کو سیالکوٹ جانے پر مجبور کر دیا۔آپ نے سیالکوٹ میں قدم کیا رکھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی سے سرفراز کر دیا۔جامع مسجد محمدی اہلحدیث جناح سٹیڈیم سیالکوٹ کی گراونڈ وسیع وعریض ہونے کے باوجود تنگی داماں کا شکوہ کرنے لگی ۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ایسا پرسوز انداز خطابت عطا کیا تھا کہ لوگ کھنچے چلے آتے تھے حتیٰ کہ بسا اوقات غیر مسلم بھی آپ کی تقریر سننے چلے آتے تھے ۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عیسائی مسجد کے باہر بیٹھ کر قرآن سنا کرتا تھا آخر وہ مسلمان ہوا اور کہنے لگا کہ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔عیسائی ہونے کے باوجود وہ قرآن سننے آتا تھا۔ھذا من فضل ربی ۔مولانا امان اللہ مجاہد رحمہ اللہ تادم آخری اسی جامع مسجد محمدی اہل حدیث جناح سٹیڈیم سیالکوٹ میں خطیب رہے۔ان کی خطابت تقریباً 18 سال پر محیط ہے۔

مجھے اس وقت بڑی خوشی ہوئی جب پتہ چلا کہ جامع مسجد محمدی اہل حدیث کی انتظامیہ نے حافظ احسان الٰہی ظہیر فرزند ارجمند مولانا امان اللہ مجاہد کو خطیب مقرر کر دیا۔میں مبارکباد اور خراج

تحسین پیش کرتا ہوں ملک جاوید اقبال صاحب اور میاں نذیر مرحوم کے فرزندان جناب عمر فاروق صاحب اور جنان عثمان صاحب کو ان کا فیصلہ بہت بہتر ہے اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

مولانا امان اللہ مجاہد رحمہ اللہ بڑے باذوق خطیب تھے توحید وسنت کے عظیم مبلغ تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی خطابت کا آغاز توحید کے موضوع سے کیا اور حسن اتفاق کہ آپ نے آخری خطبہ جمعہ بھی توحید کے موضوع پر ہی ارشاد فرمایا تھا۔آپ کی توحید سے والہانہ محبت ان کے لیے باعث مغفرت بنے گے۔ان شاء اللہ

تم یونہی سمجھے کہ فنا میرے لیے ہے پرغیب سے سامان بقا میرے لیے ہے
کیا غم ہے اگر ساری خدائی ہو مخالف کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

مولانا امان اللہ مجاہد پنجابی زبان میں بہترین خطاب فرماتے اور قرآنی آیات کثرت سے پڑھتے تھے ۔برمحل موقع اشعار کا استعمال بھی کرتے تقریر کرتے تو سماں باندھ دیتے۔آپ کا شمار محبوب خطباء میں ہوتا ہے انتہائی ملنسار اور منکسر المزاج تھے۔خوبصورت لباس پہنتے تھے لیکن غرور وتکبر سے کوسوں دور رہتے تھے۔ہر کسی کو بھائی، بیٹا، بہن، بیٹی کہہ کر بلاتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ لوگوں کے دلوں میں ان کا بسیرا تھا۔بقول شاعر

شہر خاموشاں میں مل سکتا نہیں مدفن تیرا کاملان دہر کے سینوں میں ہے مسکن تیرا

مولا امان اللہ رحمہ اللہ کی صفات تو بہت ہیں لیکن مہمان نوازی تو کمال تھی ہر آنے والے مہمان کی خوب دل کھول کر خدمت کرتے ۔دعوت وتبلیغ کے مشن میں مصروف رہتے توحید، عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فضائل صحابہ رضی اللہ عنھم آپ کے پسندیدہ موضوعات تھے۔مسلک اہل حدیث سے والہانہ محبت کرتے تھے ۔سنت یوسفی کے مطابق قید وبند کی صعوبتیں بھی مسلک کے لیے برداشت کیں ۔علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، علامہ حبیب الرحمٰن یزادنی، مولا سید داود غزنوی، مولا ابراہیم میر سیالکوٹی مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ہمیشہ ان ہستیوں کا نام بڑے ادب سے لیتے تھے ۔علامہ شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد فیصل آباد میں احتجاجی پروگراموں اور جلوسوں میں آپ

نے نمایاں کردار ادا کیا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث سے وابستہ تھے اور اہل حدیث یوتھ فورس سے بہت پیار کرتے تھے۔ مولا امان اللہ مجاہد رحمہ اللہ اللہ کے ولی تھے۔ ذکر واذکار کثرت سے کرتے تھے۔ باجماعت نماز کا اہتمام اپنے لیے فرض اولین سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ اولاد کو صبح نماز کے لیے بیدار کرتے، مسجد میں لے جاتے اور باجماعت نماز پڑھایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مولانا موصوف رحمہ اللہ تبلیغی پروگرام کے لیے جارہے تھے کہ راستے میں گاڑی خراب ہوگئی۔ ڈرائیور نے حد درجہ کوشش کی لیکن گاڑی صحیح نہ ہوسکی تو کہنے لگا کہ مولوی صاحب رستہ بھی سنسان ہے اور گاڑی بھی ٹھیک نہیں ہورہی کیا کیا جائے۔ تو مولانا نے فرمایا: اچھا میں کچھ کرتا ہوں مولانا نے بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَایَضُرُّمَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَاءِ وَهُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ تین دفعہ پڑھ کر پھونک ماری ڈرائیور سے کہا گاڑی سٹارٹ کرو ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی تو چل پڑی۔ ڈرائیور نے شکر کیا اور کہنے لگا کہ حضرت لوگ سمجھتے ہیں کہ اہل حدیثوں میں کوئی صاحب کرامت نہیں لیکن میں تو مان گیا ہوں۔ بفضل الٰہی وہ آدمی اہل حدیث ہوگیا۔

مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صفات سے متصف کیا تھا بات کہیں طوالت اختیار نہ کرجائے میں یہی کہوں گا کہ ایک ہیرا تھا جو ہم سے گم ہوگیا۔ مولانا موصوف گیارہ مارچ 2015ء بروز بدھ کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پاگئے۔ نماز عشاء کے بعد دکن پارک فیصل آباد میں مولانا موصوف کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ لوگوں کا جم غفیر تھا تا حد نگاہ لوگ ہی لوگ تھے۔ سیالکوٹ سے پانچ گاڑیوں کا انتظام کیا گیا اس کے علاوہ بھی لوگ اپنی مدد آپ کے تحت سیکڑوں کی تعداد میں پہنچے۔ اور لوگ زاروقطار رو رہے تھے رونے کی وجہ بس یہی تھی کہ ہمارے مسلک کا ایک ہیرا اور ہمارا محبوب خطیب آج ہم سے جدا ہوگیا ہے۔ نماز جنازہ وصیت کے مطابق مولانا عبدالرحمٰن آزاد امیر مرکزی جمعیت فیصل آباد نے پڑھائی۔ سیکڑوں کی تعداد میں علماے کرام موجود تھے جن میں حافظ مسعود عالم، مولانا عبدالعزیز علوی، مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا ثناء اللہ مدنی، حافظ محمد شریف، مولانا سید سبطین شاہ نقوی، مولانا ابرار ظہیر، حافظ فیصل افضل شیخ، قاری انصر جاوید گھمن، قاری مصطفیٰ ظہیر، مولانا منظور احمد، مولانا عتیق الرحمٰن، مولانا اکرم زاہد بھٹوی، حافظ

منظور الٰہی ،مولانا ثناء اللہ تبسم ،مولانا عبدالمنان راسخ اور مولا عبدالرزاق ساجد حفظہم اللہ شامل ہیں۔
مولانا موصوف نے سوگواران میں ایک بیوہ ،تین بیٹے اور پانچ بیٹیوں کے علاوہ ہزاروں اہل محبت کو چھوڑا ہے ۔بیٹوں میں سے حافظ احسان الٰہی ظہیر حافظ قرآن اور عالم دین ہیں ۔ابتسام الٰہی درمیانے بیٹے ہیں جو کام کرتے ہیں اور چھوٹے بیٹے انعام الٰہی بھی عالم دین ہیں ۔ایک بیٹی بھی بہترین مصلحہ اور مقررہ ہے ۔جو باپ کے لیے عظیم صدقہ جاریہ ہیں ۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا امان اللہ مجاہد کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے ۔بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ان کی حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔آمین ۔

موت اس کی ہے کرے جس پر زمانہ افسوس یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

بقیہ صفحہ نمبر.....۶۴:

آزاد کشمیر اور سرحد میں جب تباہ کن زلزلہ آیا تو اس وقت سعودی ٹی وی نے سعودی عوام کو اعانت کے لیے پکارا تو شاہ فہد مرحوم کی بیوہ نے اپنا سارا زیور امدادی فنڈ میں جمع کروادیا۔شاہ عبداللہ مرحوم نے اپنی جیب خاص سے 2 کروڑ ریال ،ولی عہد اور موجودہ بادشاہ سلطان بن عبدالعزیز نے 1 کروڑ ریال اور وزیر داخلہ نائف بن عبدالعزیز نے 50 لاکھ ریال پہلی جنبش کے طور پر دیے۔اس کے بعد یہ سلسلہ ایسا چلا کہ ایک دن میں 80 کروڑ کی خطیر رقم تک جا پہنچا۔ریاض کا سٹیڈیم امدادی سامان سے بھر گیا۔یہ سامان اور رقوم پاکستان کے سیلاب متاثرین تک پاکستان کی وفاقی وصوبائی حکومتوں اور سعودیہ کی معاون تنظیموں کے ذریعے پہنچایا گیا۔اور پھر اس وقت کے سعودی سفیر جناب عبدالعزیز بنفس نفیس ایک رضا کار کی طرح اپنے بھائیوں کے دکھ بانٹ رہے تھے ۔دیکھنے والے ان کیچڑ سے لتھڑے لباس اور ان کی انتھک جدوجہد کو دیکھتے تو انہیں احساس ہوتا کہ سعودی عرب کے خواص لوگوں کی محبت کا یہ عالم ہے تو عوام کی محبت کا عالم کیا ہوگا۔پھر اسی سعودی سفیر مرحوم نے کہا تھا ''کہ اہل پاکستان کو ہمارا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں پاکستان ہمارا اپنا وطن ہے جس کی خدمت کرنا ہم پر واجب ہے۔'' پاکستان اور اہل پاکستان پر جب بھی کڑا وقت آیا سعودی عرب نے پاکستان سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے ابھی 2014ء میں پاکستان کو سعودی عرب کی طرف سے ڈیڑھ ارب ڈالر کا تحفہ ملا۔یہ سعودیہ کی پاکستان اور اہل پاکستان سے منہ بولتی محبت کا ثبوت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سعودی عرب کے پاکستان پر احسانات

رانا شفیق خان پسروری

عالم اسلام کے دل سعودی عرب کا قیام 23 ستمبر 1932ء کو ہوا۔مملکت کا نام حجاز ونجد سے تبدیل کر کے سعودی عرب رکھ دیا گیا۔مملکت سعودی عرب کا رقبہ 22لاکھ 17 ہزار 949 مربع کلومیٹر ہے۔اس طرح سعودی عرب کا شمار رقبے کے لحاظ سے دنیا کے 15 بڑے ملکوں میں ہوتا ہے۔سعودی عرب کی آبادی دس سال قبل تقریباً 26.4 ملین تھی۔سعودی عرب کو 13 صوبوں یا مناطق میں تقسیم کیا گیا ہے۔مملکت کا بیشتر علاقہ صحرائی ونیم صحرائی ہے۔جبکہ دو فیصد قابل کاشت ہے۔خلیج فارس کے ساتھ ساتھ قائم مشرقی علاقہ پتھریلا اور ریتلا ہے جبکہ طائف، ابہا اور جیزان جیسے سرسبز وشاداب اور خوشگوار موسم رکھنے والے علاقے بھی شامل ہیں۔سعودی عرب نے ملک کو مضبوط بنیادوں پر ترقی دینے کے لیے تعلیم کو بطور ہتھیار استعمال کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلم ممالک میں سب سے زیادہ شرح خواندگی سعودی عرب میں ہے جہاں علم کا حصول نہایت ہی آسان بنادیا گیا ہے۔سعودی عرب نے اپنے ملک میں علم کے فروغ کے لیے بجٹ کے کل میزانیے سے 25 فی صد تعلیم کے لیے مختص کر رکھا ہے۔تعلیم کے فروغ کے لیے شاید ہی کوئی ملک ہو جس نے اتنا بڑا بجٹ تعلیم وتعلم کے لیے وقف کر رکھا ہو۔ہمارے ملک پاکستان میں جہاں بدعنوان اور خودغرض حکمرانوں نے ہمیشہ تعلیم کے احیا سے چشم پوشی اختیار کی ہے یہاں کبھی بھی بجٹ میں 5 فی صد یا 7 فی صد سے زیادہ رقم تعلیم کے فروغ کے لیے مختص نہیں ہوئی۔سعودی عرب نے جہاں اپنے شہریوں کے لیے فری تعلیم کا اہتمام کیا ہے وہاں دوسرے ممالک سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنے والوں کو بھی سہولیات سے نوازا ہے بلکہ ان کی خیرخواہی میں مزید آگے بڑھ کر ان کے وظائف کا بھی اہتمام کیا ہے۔

سعودی عرب ہمارے لیے حجاز مقدس کی پاک سرزمین کے باعث اور حرمین شریفین کے

حوالے سے ہمیشہ سے ہی عقیدت واحترام کا محوراور ایمان واسلام کا مرکز ٹھہرا ہے۔صرف جذبہ ایمانی اورعقیدت ومحبت کے باعث نہیں بلکہ اپنی سچی دوستی ،مخلصانہ بھائی چارے اور بے شمار احسانات کے باعث ،دنیا بھر کے ممالک میں پاکستان اور پاکستانیوں کے سب سے قریب رہا ہے۔کوئی سا بھی مرحلہ اور کوئی سا بھی موقع ہو سعودی عرب نے ہمیشہ پاکستان کے کندھے کے ساتھ کندھا ملائے رکھا۔سعودی عرب کے حکمران ہوں یا عوام الناس ہر کوئی پاکستان کی خوشی میں خوش اور اس کی غمی میں غمگین ہوتا ہے۔سعودی عرب سے پاکستان کا صرف سفارتی تعلق ہی نہیں بلکہ اوپر سے لے کر نیچے تک ،ہر سطح اور ہر شعبہ حیات سے متعلق عوام وخواص کا وہ تعلق خاطر ہے جس کی جڑیں اسلامی جذبہ اخوت سے مضبوط تر ہیں۔اور اس کا ہر فرد پاکستان پر اپنی محبتیں نچھاور کرتا دکھائی دیتا ہے۔

شاہ فیصل مرحوم تو برملا پاکستان کو اپنا ملک اور اسلام کا قلعہ قرار دیتے تھے۔جب مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا تو شاہ فیصل شہید ہی تھے جو دھاڑیں مار مار کر روتے تھے اور فرماتے تھے ''کہ آج میرا کوئی بیٹا ہلاک ہو جاتا تو مجھے اتنا دکھ نہ ہوتا جتنا پاکستان کے ٹوٹنے کا ہوا ہے۔'' جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تو سعودی عرب کے عام لوگ بھی خوشی سے اچھلنے اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے لگے تھے جیسے وہ خود ایٹمی طاقت بن گئے ہیں۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ مرحوم جب ولی عہد تھے پاکستان تشریف لائے تو ان کے اعزاز میں شالیمار باغ لاہور میں ایک شاندار استقبالیہ دیا گیا وہاں انہوں نے بے تکلفانہ انداز میں کہا تھا: ''پاکستان ہمارا دوسرا گھر ہے۔'' کچھ اسی طرح کے جذبات شاہ سلمان بن عبدالعزیز کے تھے جب یہ ولی عہد تھے۔سقوط ڈھاکہ کے بعد مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں پھنسے ہوئے پاکستانیوں کو پاکستان میں لاکر بسانے کے لیے سعودی عرب کے ادارے ''رابطہ عالم اسلامی'' نے 15 ملین ڈالر کی خطیر رقم سے رابطہ ٹرسٹ قائم کیا جس کے اس وقت چیئرمین موجودہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف تھے۔جبکہ اس کے ممبران میں چودھری شجاعت ،میاں شہباز شریف ،راجہ ظفر الحق اور مجید نظامی جیسی شخصیات تھیں۔اس رابطہ ٹرسٹ کے تحت میاں چنوں اور دیگر علاقوں میں بستیاں قائم کر کے کتنے ہی پاکستانیوں کو لاکر بسایا۔**بقیہ صفحہ نمبر.....۶۲:**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احباب کے لیے خوشخبری

اب حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ کے بیانات انٹرنیٹ پر بھی سنیے

اپنے براؤزر (Web Browser) پر یہ ایڈریس لکھیں

ویڈیو بیانات کے لیے

Dailymotion

www.dailymotion.com/al-mukarram-grw

آڈیو بیانات کے لیے

org.archive.www

سرچ باکس (Search Box) میں

al mukarram grw لکھیں اور انٹر (Enter) دبائیں

facebook

www.facebook.com/almukarramgrw

Mujallah **AL-MUKARRAM** Gujranwala
Jamia Islamia Salfia (Mukarram Masjid) Model Town Gujranwala

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی اور مولانا حکیم محمود سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی عملی یادگار

الجامعۃ الاسلامیۃ السلفیۃ جامع مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

اصح الکتب بعد کتاب اللہ

تقریب تکمیل صحیح بخاری شریف

ان شاء اللہ

29 مئی 2015
بروز جمعہ بعد نماز عصر

سیدنا البخاری

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ صاحب
شیخ الحدیث جامعہ ہذا

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا **عبدالستار الحماد** حفظہ اللہ صاحب
محدث العصر
مفتی جماعت

بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمائیں گے ان شاء اللہ

طلبا جامعہ اسلامیہ سلفیہ مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

قارئین کرام! سلسلہ دار المکرم آپ کا اپنا رسالہ ہے، خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھنے کی دعوت دیں، ہمیں آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا، اپنے گراں قدر مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں